سلسلۂ اشاعت 3

سلفی منہج کے تعارف اور اس سے متعلق خدشات وشبہات کے ازالے پر مشتمل
جامع اور مشہور ومقبول عربی کتاب

"کُنْ سَلَفِیًّا عَلَی الْجَادَّۃ"

کا اردو ترجمہ

دوسرا ایڈیشن

سچے سلفی بنو!

تالیف فضیلۃ الشیخ عبدالسلام بن سالم بن رجاء السحیمی

نظر ثانی

ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان

تقدیم

فضیلۃ الشیخ علامہ عبید بن عبداللہ الجابری
فضیلۃ الشیخ علامہ علی بن محمد بن ناصر الفقیہی

ترجمہ وتخریج

حافظ محمد ساجد اسید ندوی

مکتبۃ الفیضی
حیدرآباد

جملہ حقوق
بحق ناشر محفوظ ھیں

نام کتاب	سچے سلفی بنو!
تالیف	فضیلۃ الشیخ عبدالسلام بن سالم بن رجاء السحیمی
ترجمہ مع تخریج وحواشی	حافظ محمد ساجد اسید ندوی
ڈیزائننگ	عامر ارشاد فیضی 08897088411
اشاعت	فروری ۲۰۱۷ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار
صفحات	۸۰
قیمت	۸۷ روپئے

ملنے کے پتے

مکتبۃ الفیضی، نزد عظیم فہیم فنکشن ہال، پیراماؤنٹ کالونی، ٹولی چوکی، حیدرآباد
08522991427,09494511336

- دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد
- ہدیٰ پبلیکیشنز، پرانی حویلی، حیدرآباد
- مرکز الآثر، مسجد ٹیکنانہ، پرانی حویلی، حیدرآباد
- حسامی بک ڈپو، مچھلی کمان، چارمینار، حیدرآباد
- مکتبۃ الفہیم، مئوناتھ بھنجن یوپی
- الکتاب انٹرنیشنل، بٹلہ ہاؤس، نئی دہلی
- مکتبہ دارالسلام، شیخ پل آرہ، جمعیت اہل حدیث مسجد مدینہ چوک گاؤ کدل، سری نگر، جموں کشمیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست مضامین

عرض مترجم	5
وضاحت از موئلف	10
تقدیم از: فضیلۃ الاستاذ ڈاکٹر علی بن ناصر الفقیہی	11
تقدیم از فضیلۃ الشیخ عبید بن عبد اللہ الجابری	12
سنت سے کیا مراد ہے؟	14
سنت کے لغوی معنی	14
سنت کے اصطلاحی معنی	14
اہل سنت والجماعت کے دوسرے شرعی نام اور القاب	17
اہل کے معنی	17
اہل سنت کے معنی	17
اہل سنت کے اصطلاحی معنی	17
مختلف فرقے اور اصلی اہل سنت؟	18
اہل سنت کا لقب اختیار کرنے کی وجہ؟	18
اہل بدعت کے نام اور ان کے القاب کی حقیقت	19
اہل الاثر یا الاثریہ	21
اہل اثر کا معنی	22
الفرقۃ الناجیۃ	22
طائفہ منصورہ	22
السلفیہ یا السلفیون	23

سلف کے لغوی معنی	23
سلف سے مقصود کون ہیں؟	24
سلف کے اصطلاحی معنی	24
سلف کے مذہب اور اہل بدعت کے سلسلے میں سلف کے موقف کی وضاحت ضروری ہے۔	27
سلف کی طرف انتساب اور سلفی لقب اختیار کرنے کا جواز	30
سلف صالح کی اتباع اور ان کے مذہب کی پابندی کے واجب ہونے کی بعض دلیلیں	33
عقیدہ کے باب میں سلف کا منہج	37
اہل بدعت اور اہواء پرستوں کا منہج	41
خلاصی ونجات پیروی اختیار کرنے اور بدعت سے بچنے میں ہے	42
منہج سلفی سے متعلق بعض قواعد واصول	53
اہل بدعت کے سلسلے میں سلف صالح کا موقف	60
مخالف پر رد کرنے کے سلسلے میں سلف کا منہج	67
کچھ ضابطے اور اصول، افراد اور جماعتوں کے تعلق سے جن کی رعایت ضروری ہے	71
وہ صورتیں جن میں علماء اسلام کے نزدیک غیبت اور جرح جائز ہے	78

SALAFIA RESEARCH CENTRE
SRC
التصفية
التربية
سلفی ریسرچ سنٹر کشمیر
جمعیت اہل حدیث جموں و کشمیر
بربرشاہ سرینگر
Salafia Research Centre J&K
Khairpora, Arwani +918803045299

عرضِ مترجم

یہ بات ہر خاص وعام مسلمان کو معلوم ہے کہ انسان کی ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں، نبی گرامی علیہ الصلاۃ والسلام نے بڑے واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا تھا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِيْ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِيْ

"میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑی ہیں جنہیں اگر تم تھام لو تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے"

(الموطا2/898،الحاکم فی المستدرک وصححہ الالبانی فی صحیح الجامع: 2937)

کتاب وسنت سے صحیح رہنمائی اور ان کے ذریعے گمراہی سے کامل حفاظت اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان کو سمجھنے کے لئے فہم سلف یعنی فہم صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار بنایا جائے ماضی اور حال کے تمام باطل فرقوں اور گمراہ جماعتوں کی گمراہی کی بنیادی وجہ یہی رہی کہ انہوں نے قرآن وسنت سے رہنمائی کے وقت اس معیار کو فراموش کردیا۔

اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے جس فرقے کا ظہور ہوا وہ خوارج کا فرقہ ہے، اس فرقہ کے ظاہر ہونے سے متعلق نبی محترم ﷺ کی پیش گوئیوں پر مشتمل کئی روایتیں احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، اسی سلسلے کی مندرجہ ذیل روایت ان کی گمراہی اور انحراف کی اصل وجہ پر خوب روشنی ڈالنے والی ہے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلَى تَأْوِيلِ هٰذَا الْقُرْآنِ، كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ"؛ فَاسْتَشْرَفْنَا- وَفِينَا أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ-؛ فَقَالَ: "لَا؛ وَلٰكِنَّهُ خَاصِفُ النَّعْلِ"؛ يَعْنِيْ: عَلِيًّا -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ-.

"تم میں وہ شخص بھی ہے جو قرآن کی تاویل وتفسیر کے سلسلے میں اسی طرح قتال کرے گا جس طرح قرآن کریم کی تنزیل (اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہونے) کے سلسلے میں مجھے لڑائی کرنی پڑی ،ہمارے اندر اس حوالے سے خواہش پیدا ہوئی، ہم میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا وہ "خاصف النعل "(جوتا جوڑنے والا) یعنی علی رضی اللہ عنہ ہے"

(اخرجہ النسائی فی "خصائص علی" (156/166)، وابویعلی فی "المسند" (1086/341-342/2)، والحاکم (3/-122 123)، والبیہقی فی "دلائل النبوۃ" (436/6)، والبغوی فی "شرح السنۃ" (2557/232-233/10)، وابن عساکر فی "تاریخ دمشق" (ج12/ق179/ أ) وابن ابی شیبۃ فی "المصنف" (12131/64/12))

جنگ صفین سنہ ۳۷ھ کے اختتام پر امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف کے حل کیلئے دونوں فریقوں کی طرف سے ایک ایک "حکم "مقرر کیا گیا، یہ دونوں حکم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف

سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے، اس "واقعہ تحکیم" (حکم بنانے کے واقعہ) کو بنیاد بنا کر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جماعت میں سے ایک گروہ نے ان کے خلاف خروج وبغاوت کیا اور نعرہ بلند کیا "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" یعنی فیصلہ کا اختیار تو صرف اللہ تعالی کو ہے، سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے انسانوں کو یہ اختیار دے کر کفر کا ارتکاب کیا، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن اس گروہ کی ایک اچھی تعداد اپنی رائے پر مصر رہی، بالآخر نہروان کے میدان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ کی اور یوں نبی اکرم ﷺ کی مذکورہ بالا پیشین گوئی پوری ہوئی، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان کا نعرۂ "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ" سن کر فرمایا تھا "کلمۃ حق ارید بھا الباطل" یعنی کلام تو حق ہے لیکن اس سے باطل معنی مراد لیا جا رہا ہے۔

مذکورہ حدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ خوارج کی گمراہی اور خروج وبغاوت کی اصل وجہ ان کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم قرآن سے انحراف تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ اس لئے کی کہ انہوں نے فہم قرآن کے سلسلے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم کو معیار بنانے کی بجائے اپنے فہم کو معیار بنایا، ان کے خروج کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کرنے کے لئے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے دوران گفتگو فرمایا:

> "میں مہاجرین وانصار صحابہ کے پاس سے آرہا ہوں، نبی کریم ﷺ کے داماد، آپ کے چچازاد بھائی کے پاس سے آرہا ہوں، انہی لوگوں پر قرآن نازل ہوا، وہ قرآن کی تفسیر اور اس کا معنی ومفہوم تم سے زیادہ جانتے ہیں اور ان کا کوئی فرد تم میں نہیں ہے"
>
> (خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب للنسائی ص ۲۰۰)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ خوارج کی گمراہی کی حقیقت آشکار کر رہے ہیں، قرآن وسنت میں ایسی نصوص بکثرت موجود ہیں جو واضح کرتی ہیں کہ فہم صحابہ سے ہٹ کر کتاب وسنت کا ہر فہم غضب الٰہی کو دینے کا باعث ہوگا اور ضلالت وگمراہی کا سبب بنے گا، قرآن کریم کتاب وسنت کے فہم اور ان پر ایمان وعمل کی بنیاد استوار کرنے کیلئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صریح لفظوں میں معیار قرار دیتے ہوئے کہتا ہے:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ

"اگر یہ لوگ تم (صحابہ) جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں اور اگر منہ پھیریں تو پھر خلاف میں ہیں" (البقرہ:137)

دوسری جگہ اس معیار سے انحراف کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے فرمان الٰہی ہے:

وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

"جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بھی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور جہنم میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے" (النساء:115)

یہاں مومنین سے مراد صحابہ ہی ہیں اور جہاںتک ارشادات نبویہ کی بات ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِفَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

"تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئے نئے کام سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے" (سنن ابی داؤد:4607، سنن ابن ماجہ:24، سنن ترمذی:4607)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں جنم لینے والے تہتر فرقوں میں سے واحد اور اکیلی جنت میں جانے والی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

"وہ فرقہ جو اس طریقہ پر ہو جو میرے اور میرے صحابہ کا ہے" (سنن ترمذی:2641، الصحیحۃ:407)

اس روایت سے واضح ہے کہ باقی بہتر (72) فرقوں کی گمراہی اور مستحق جہنم ہونے کا سبب سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور منہج صحابہ رضی اللہ عنہم سے اعراض اور خروج ہے۔

مذکورہ دلائل کی روشنی میں اگر یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کا عمل فہم سلف کی پیروی کے بغیر نہ صرف یہ کہ ناقص و نامکمل ہے بلکہ ضلالت وانحراف کا سبب ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو کتاب وسنت کے ساتھ منہج صحابہ اور فہم سلف کو معیار نجات وفلاح قرار دیں وہ اوروں سے کس بنیاد پر ممتاز اور الگ ہوں گے؟ ظاہر سی بات ہے کہ اس کے لئے بطور شناخت وتعارف انہیں اپنے آپ کو ایسی کسی خاص نسبت یا لقب سے موسوم تو کرنا ہی پڑے گا جو دوسروں کے مقابلے میں ان کی پہچان کا ذریعہ بنے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب دور صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخیر میں بدعات کا ظہور ہوا اور اہل بدعات نے سر اٹھایا تو سلف نے اپنے آپ کو ان سے ممتاز کرنے کے لئے "اهل السنة والجماعة" کا لقب اختیار کیا، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

"جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ" (آل عمران:105-106)

صحابیِ جلیل مفسر قرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تَبْيَضُّ وُجُوهُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفُرْقَةِ

"اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید و روشن ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ اور کالے ہوں گے" (شرح اصول السنۃ للالکائی 27/1)

اسی طرح جلیل القدر اور نامور تابعی امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُونُوا يَسْأَلُونَ عَنِ الْإِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيُنْظَرُ إِلَى أَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ

"لوگ (حدیث کی) سند کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، جب فتنے پیدا ہو گئے تو لوگ کہنے لگے ہمیں اپنے (بیان کرنے والے) لوگوں کے نام بتاؤ، پھر دیکھا جاتا ہے اگر اہل سنت ہوں تو ان کی حدیث لی جاتی ہے اور اگر اہل بدعت ہوں تو ان کی حدیث نہیں لی جاتی" (مقدمۂ صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ "اہل سنت" کا لقب پہلی صدی ہجری اور دور صحابہ وتابعین ہی میں اختیار کیا گیا تا کہ اہل بدعت اور سنت و جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے والے لوگوں کے درمیان فرق اور امتیاز ہو سکے۔

بعد ازاں جب اہل سنت کے لوگوں کے درمیان بھی بدعات وانحرافات کی نئی نئی شکلیں سامنے آئیں تو فرق وامتیاز کی اسی ضرورت کی بنیاد پر "اہل سنت" کے ساتھ ساتھ دوسرے ناموں کا بھی اضافہ ہوتا گیا جیسے اہل الحدیث، اہل الاثر اور سلفی وغیرہ۔

اہل سنت، اہل حدیث اور سلفی وغیرہ القاب اور اسماء بدعات ومحدثات سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے والے مسلمانوں کیلئے ابتدائی صدیوں سے ہی علماء اور ائمہ اسلام استعمال کرتے رہے ہیں، لیکن دور حاضر کے بعض منحرف افراد اور جماعتیں اور ان کے افکار سے متاثر بعض معاصر دُعاۃ ان اسماء اور القاب کو کچھ اس طرح دیکھ رہے ہیں اور پیش کر رہے ہیں کہ یہ بھی اہل بدعت کے اختیار کردہ القاب وامتیازات کی طرح تفریق وانتشار کی علامت ہیں اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار کا پیغام جاتا ہے، لہذا ہمارے لئے بس مسلم کہلانا ہی کافی ہے وغیرہ۔

سلفی دعوت اور سلفی نسبت کے حوالے سے بہت سے لوگ اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ اس نسبت ودعوت کے بانی شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ (1115-1206ھ) ہیں، حالانکہ شیخ رحمہ اللہ سلفی دعوت کے ایک مجدد اور داعی تھے اور ان کے ذریعے اسی طرح سلفی دعوت کی تجدید ہوئی جس طرح ان سے پہلے بہت سے علماء اور ائمہ کے ذریعہ مختلف زمان ومکان میں ہوتی رہی ہے، جیسے امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابن خزیمہ، امام ابن ابی عاصم، امام آجری، امام ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہم اللہ۔

ایک طرف سلفی نسبت ودعوت کے حوالے سے اس قسم کے شبہات واعتراضات ہیں تو دوسری طرف دور حاضر کی وہ بعض جہادی اور غیر جہادی تنظیمیں اور گروپ ہیں جو خوارج کی فکر سے متاثر اور قتل وخونریزی اور تکفیر وتفسیق کی خوارج والی روش پر گامزن ہیں، یہ اپنے بعض افعال وعلامات میں ظاہرا

سلفی مسلک ومنہج کے حامل نظر آتے ہیں اس لئے ان کی بنیاد پر دشمنانِ اسلام اور دشمنانِ سلفیت نے سلفیت پر دشنام طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور ان کی طرف سے اس بات کی پوری کوشش ہو رہی ہے کہ سلفیت وخارجیت یا دوسرے لفظوں میں سلفیت ودہشت گردی کو مترادف اور ہم معنی بنا دیا جائے۔

ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ سلفی فکر ومنہج کے حامل علماء دنیا کے سامنے سلفیت کی حقیقی اور واقعی تصویر پیش کریں، سلفی نسبت کی ضرورت وواقعیت لوگوں پر واضح کریں، اس سے متعلق شبہات واعتراضات کی قلعی کھولیں اور سلفیت کی غلط نمائندگی کرنے والے لوگوں کے انحرافات سے لوگوں کو روشناس کرائیں، اللہ عرب وعجم کے دلِ دردمند اور فکرِ ارجمند رکھنے والے ان سلفی علماء کو بہتر سے بہتر بدلے سے نوازے جنہوں نے اس فریضے کی انجام دہی کیلئے اپنے ذہن وقلم اور زبان وبیان کی توانائیاں صرف کیں۔

زیر نظر رسالہ اسی سلسلے کی ایک مربوط اور جامع کوشش ہے، کتاب کے مولف فضیلۃ الشیخ عبد السلام بن سالم بن رجاء السحیمی حفظہ اللہ ہیں، جو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شعبہ فقہ کے پروفیسروں میں سے ہیں، کتاب کو دورِ حاضر کے ممتاز اور موقر سلفی علماء نے اپنی تحسین وتائید سے نوازا ہے، چنانچہ ڈاکٹر صالح بن فوزان حفظہ اللہ کی نظر ثانی اس کتاب کی اہمیت کو دوبالا کرتی ہے جبکہ فضیلۃ الشیخ علی بن محمد بن ناصر الفقیہی اور فضیلۃ الشیخ عبید بن عبد اللہ الجابری حفظہما اللہ کی تقریظات اس کے حسن وافادیت کو چار چاند لگا رہی ہیں، یہ کتاب دراصل ان دروس کا مجموعہ ہے جو محاضرات (لیکچرز) کی شکل میں جامعہ اسلامیہ کے کلیۃ الشریعہ میں مولف کی طرف سے پیش کئے گئے تھے، مولف نے احباب کے اصرار پر مراجعہ اور موضوع سے متعلق بعض اضافات کے بعد اسے کتابی شکل دیدی۔

چند ہفتہ پہلے سنجیدہ سلفی فکر رکھنے والے بعض جدید تعلیم یافتہ ساتھیوں کی کوشش سے یہ کتاب میرے ہاتھ آئی، ان ساتھیوں اور بعض دوسرے نوجوان احباب کی خواہش پر میں نے مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا ٹولی چوکی حیدرآباد میں ہفتہ میں دو دن اس کتاب کو دروس کی شکل میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا، الحمد للہ نوجوانوں کی اچھی تعداد نے ان دروس سے استفادہ کیا، درس کو پاور پائنٹ پر پیش کرنے اور مشارکین کو نوٹس فراہم کرنے کی غرض سے راقم نے اس کتاب کے ترجمہ کا سلسلہ بھی جاری رکھا، دروس کا سلسلہ تقریباً آٹھ ہفتے جاری رہا، دروس کی تکمیل کے ساتھ ترجمہ بھی تکمیل کو پہنچ گیا، اب یہ ترجمہ اردو داں قارئین کی خدمت میں پیش ہے، میں نے ترجمہ کی زبان عام فہم کرنے کی پوری کوشش کی ہے، کتاب میں مذکور فرقوں کا مختصر تعارف اور ائمہ وعلماء کے سنین وفات ذکر کر دینے کا بھی اہتمام کیا ہے تاکہ کتاب کی افادیت واہمیت میں اضافہ ہو جائے، ساتھ ہی جن اقوال وآثار کے حوالے درج نہیں تھے، ان کے حوالے نقل کر دینے کی بھی پوری سعی کی ہے، اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ وہ اس کوشش کو نتیجہ خیز، نفع بخش اور دنیوی واخروی سعادتوں کا ذریعہ بنائے آمین۔

حافظ محمد ساجد اسید ندوی
مکتبۃ الفیضی، مہدی پٹنم، حیدرآباد

۱۱ اکتوبر ۲۰۱۵ء

وضاحت از مؤلف

میں نے اس کتاب کو اہل علم فضلاء کی ایک جماعت کے سامنے پیش کیا اور ان سے اسے پڑھنے کی خواہش کی تاکہ میں ان کے علم اور ان کی رہنمائیوں سے استفادہ کرسکوں اور کتاب کے مواد (Contents) کی صحت کے سلسلے میں میں بھی مطمئن ہوجاؤں اور قارئین کو بھی اطمینان حاصل ہوجائے

ان افاضل علماء میں سماحۃ الشیخ علامہ دکتور صالح بن فوزان، رکن سپریم کونسل آف علماء سعودی عرب وسعودی دائمی افتاء کمیٹی سرفہرست ہیں، آپ نے میری ایک دوسری کتاب (کلمات نافعات فی امور مهمات) کے ساتھ یہ کتاب بھی پڑھی اور تحریر فرمایا:

"میں نے آپ کی خواہش کے مطابق دونوں کتابوں کا جائزہ لیا، میری طرف سے ان پر کوئی ملاحظہ اور نوٹ نہیں ہے"

اسی طرح فضیلۃ الاستاذ دکتور علی بن ناصر الفقیہی، مدرس مسجد نبوی ومدیر ادارۂ امور علمیہ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، فضیلۃ الشیخ عبید بن عبد اللہ الجابری، سابق مدرس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، فضیلۃ الدکتور صالح بن سعد السحیمی، مدرس مسجد نبوی وپروفیسر شعبۂ عقیدہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور بعض دوسرے اہل علم نے بھی اس کتاب کو شرف نظر سے نوازا، اللہ ان سب کو جزائے خیر دے اور ہمیں اور مسلمانوں کو ان کے علم سے نفع پہنچائے۔

وصلی اللہ علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تقدیم

از: فضیلۃ الاستاذ ڈاکٹر علی بن ناصر فقیہی

برادر فاضل ڈاکٹر عبد السلام بن سالم السحیمی وفقہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ازاں عرض کہ میں نے آپ کے رسالہ "کن سلفیا علی الجادۃ" کا مطالعہ کیا، میں نے اسے اپنے موضوع پر ایک عمدہ رسالہ پایا، میری طرف سے اس کی بعض عبارتوں کو چھوڑ کر باقی مواد کے سلسلے میں کچھ خاص ملاحظات نہیں ہیں، بعض تجاویز اور مشورے ہیں جنہیں آپ رسالے کے بعض صفحات پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور اگر مناسب سمجھیں تو انہیں اختیار کر سکتے ہیں۔

وفقکم اللہ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتبہ محبکم

أ۔د۔علی بن محمد ناصر فقیہی

1424/2/24ھ

تقدیم

از فضیلۃ الشیخ عبید بن عبد اللہ الجابری حفظہ اللہ

الحمدللہ رب العالمین، والعاقبة للمتقین، ولا عدوان الا علی الظالمین، واشهد ان لااله الا الله وحده لاشریك له، قیوم السموات والارضین و ذوالالوهیة والعبودیة علی خلقه اجمعین۔

واشهد ان محمدا عبده ورسوله خاتم النبیین، وامام المتقین، صلی الله علیه وسلم وعلی اله وصحبه الطیبین الطاهرین، وسادة العالمین بعد النبیین والمرسلین وسلم تسلیما کثیرا علی مرالایام والسنین۔

علم کے سمندر امام علامہ محمد بن ابو بکر الزرعی الدمشقی "معروف بابن قیم الجوزیہ" رحمہ اللہ نے اپنی عظیم اور مبارک کتاب "زاد المعاد" میں کیا ہی اچھی بات لکھی ہے کہ:

"جن اقوال اور قواعد واصول کی بنیاد کسی شخص کے اپنے فہم اور رائے پر ہو امت پر ان کی اتباع ضروری نہیں اور جب تک رسول اللہ ﷺ کی شریعت پر انہیں پیش نہ کر دیا جائے انہیں بطور حکم اور فیصل اختیار کرنا درست نہیں، اگر یہ اقوال و قواعد، شریعت کے مطابق اور موافق ہوں تو قابل قبول ہوں گے ورنہ قابل رد ٹھہریں گے، اگر موافقت اور مخالفت واضح نہ ہو سکے تو ان کے سلسلے میں توقف اختیار کیا جائے گا اور بہتر فیصلہ اس سلسلے میں یہ ہوگا کہ ان کو اختیار کرنا بھی جائز ہوگا اور ان کو ترک کر دینا بھی درست ہوگا" (زاد المعاد 38/1)

ائمہ سلف کے نزدیک یہ بات مقرر اور طے شدہ ہے کہ لوگوں کے اقوال واعمال کو نص اور اجماع کے ترازو پر تولا جائے گا، جو قول اور فعل نص اور اجماع کے مطابق ہو وہ قابل قبول ہوگا اور جو ان میں سے کسی کے مخالف ہو وہ قابل رد ٹھہرے گا خواہ وہ کسی کا بھی قول و عمل ہو۔

جو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر ائمہ تابعین اور ان کے راستے کی پیروی کرنے والے بعد کے لوگوں تک کے ائمہ اور دعاۃ ہدایت کے حالات کا جائزہ لے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ وہ سب اسی منہج اور مسلک پر چلنے والے، اہل بدعت اور خواہش پرستوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے والے اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ براہین کی قوت اور کتاب و سنت کے دلائل کی بنیاد پر ان کی حجتوں کا جنازہ نکال دینے والے تھے۔

وہ واقعی معنوں میں اس حدیث کے مصداق تھے:

يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ

"اس علم (کتاب وسنت) کو سارے پچھلے لوگوں میں سے ثقہ لوگ حاصل کریں گے وہ اس سے وہ ساری تحریفات دور کردیں گے جو بدعتی لوگ حد سے تجاوز کرکے (اپنی بدعتوں کو ثابت کرنے کے لئے از راہ غلو) کریں گے، اس سے وہ غلط انتسابات دور کریں گے جو (بدعات کو قائم رکھنے کیلئے) باطل پرست لوگ اس کی طرف کریں گے اور جاہلوں کی فاسد تاویلات کا (جو وہ بدعات کے لئے فروغ کریں گے) پردہ چاک کریں گے" (بیہقی:10/209، ابن عساکر:7/38)

اسی طرح یہ لوگ اس حدیث نبوی کے بھی مصداق تھے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ

"میری امت کا ایک گروہ برابر غالب رہے گا، یہاںتک کہ اللہ کا حکم آجائے اس حال میں کہ وہ غالب ہی ہوں" (صحیح بخاری:6881، صحیح مسلم:1921).

ہمارے فاضل بھائی ڈاکٹر عبد السلام بن سالم السحیمی نے اپنی وقیع کتاب "کن سلفیا علی الجادۃ" میں بڑے عمدہ اسلوب وپیرایہ اور انتہائی صراحت کے ساتھ مبنی برحق منہج سلفی کے اصول وقواعد اور امتیازات وعلامات کو واضح فرمادیا ہے، اللہ ان کی سعی کو قبول فرمائے، اس کا بہتر بدلہ دے اور ان کی تحریر کو ان کے حسنات کے پلڑے کو بروز قیامت بھاری کرنے کا ذریعہ بنائے۔

ہمارے بھائی نے اپنی کتاب کے مواد کے سلسلے میں دلائل یعنی آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور آثار سلف پر اعتماد وانحصار کیا ہے۔

یہ کتاب اپنے مضمون اور مواد ومشتملات کے اعتبار سے قوی اور جامعیت کی حامل ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو مولف کے مقصود کی تکمیل کرنے والی ہوگی۔

میں اللہ تعالی سے اپنے لئے، اپنے بھائی عبد السلام کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اقوال وافعال میں اخلاص اختیار کرنے اور کتاب وسنت سے تمسک کرنے کے سلسلے میں سلف صالح کے طریقے پر چلنے کی دعا کرتاہوں، اور یہ دعا بھی کہ وہ ہمیں حق شناسی کی دولت سے نوازے اور حق کی پیروی کی توفیق دے، باطل کی پہچان اور اس سے اجتناب کی صلاحیت عطا فرمائے اور باطل کو ہم پر گڈمڈ اور مشتبہ نہ بنائے کہ ہم گمراہ ہوجائیں، بلاشبہ میرا رب صراط مستقیم پر ہے اور اپنے بندوں پر مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين

عبید بن عبد اللہ بن سلیمان الجابری

بروز ہفتہ، 20/ربیع الاول 1423ھ

سنت سے کیا مراد ہے؟

چونکہ "سلفی" اہل سنت کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہم لغوی اور اصطلاحی طور پر "سنت" کے معنی جان لیں، پھر اہل سنت والجماعت کے دوسرے ناموں کی حقیقت اور ان کے اسباب کے بارے میں جانیں گے۔

سنت کے لغوی معنی:

"سنت" لغت میں راستے اور طریقے کو کہا جاتا ہے۔ (النہایہ لابن اثیر 2/904 لسان العرب 17/98)

علماء لغت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ "سنت" سے مراد صرف اچھا راستہ ہوتا ہے یا یہ لفظ اچھے اور برے دونوں قسم کے راستوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے؟

اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ "سنت" لغت میں مطلق راستے اور طریقے کے معنی میں آتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا، اس کی دلیلوں میں سے ایک دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ

"جس شخص نے اسلام کے اندر کسی اچھے طریقے کو رائج اور عام کیا تو اسے اس سنت کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی ملے گا جنہوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا، ان کے اجر میں سے کچھ کمی کئے بغیر اور جس نے کسی برے طریقے کے سلسلے میں پہل کی تو اس کے ذمے اس کا بوجھ ہے اور ان لوگوں کا بوجھ بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں، ان کے بوجھ میں سے کچھ کمی کئے بغیر" (صحیح مسلم:2398)

یوں نبی ﷺ نے سنت کی دو قسمیں بیان فرمائیں 1) سنت حسنہ اور 2) سنت سیئہ۔

سنت کے اصطلاحی معنی:

جہاں تک سنت کی اصطلاحی تعریف کی بات ہے تو اس بارے میں محدثین کی اپنی اصطلاح ہے، اصولیوں کی اپنی اور فقہاء کی اپنی۔

محدثین کی اصطلاح میں نبی ﷺ سے منقول، قول، فعل، تقریر، آپ کی خَلقی یا خُلقی (پیدائشی

اور اخلاق) صفت اور آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے یا بعثت کے بعد کی سیرت کو "سنت" کہتے ہیں۔
(قواعد التحدیث للقاسمی ص64)

اصولیوں کے یہاں سنت کا اطلاق نبی ﷺ سے منقول ایسی بات پر ہوتا ہے جس کے سلسلے میں کتاب عزیز میں نص موجود نہ ہو، بلکہ اس کے سلسلے میں صراحت آپ ﷺ کی طرف سے ہو، یہ صراحت کتاب الٰہی کی وضاحت و بیان کے طور پر ہو یا مزید اور اضافی حکم کے طور پر۔

فقہاء کی اصطلاح میں سنت کا اطلاق اس عمل پر ہوتا ہے، جو واجب نہ ہو، کہا جاتا ہے "یہ سنت ہے" یعنی فرض و واجب نہیں، اسی طرح مکروہ اور حرام بھی نہیں ہے۔

لیکن سلف میں سے بہت سے لوگوں کے نزدیک لفظ "سنت" ان اصطلاحی معنوں سے کہیں زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے، ان کے نزدیک سنت کا جو مفہوم ہے اس میں محدثین، اصولیین اور فقہاء کے مفہوم سے زیادہ وسعت اور پھیلاؤ ہے، ان کے نزدیک سنت نام ہے کتاب وسنت اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کی موافقت و پیروی کا، خواہ یہ عقیدہ سے متعلق امور میں ہو یا عبادات سے تعلق رکھنے والی باتوں میں، یہاں سنت کے مقابلے میں بدعت کا لفظ آتا ہے، کسی شخص کے اعمال جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہوں تو کہا جاتا ہے "فلاں شخص سنت پر (قائم) ہے" اور جب کسی کا عمل کتاب وسنت یا ان میں سے کسی ایک کے مخالف ہو تو کہا جاتا ہے "فلاں شخص بدعت پر ہے"

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

"سلف کے کلام میں سنت کا لفظ عقیدہ و عبادات دونوں کو شامل ہوتا ہے، البتہ سنت کے نام سے کتاب تصنیف کرنے والے لوگوں میں سے بہت سے لوگوں کا مقصود عقیدہ سے متعلق کلام کرنا ہوتا ہے یعنی وہ سنت سے مراد وہ عقیدہ لیتے ہیں جو سنت یعنی کتاب وسنت پر مبنی ہے"
(الامر بالمعروف والنھی عن المنکر ص77)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الحمویہ" میں لکھتے ہیں:

"سنت وہ ہے جس پر اعتقادی، قولی اور فعلی طور پر رسول اللہ ﷺ قائم تھے" (الحمویہ ص2)

جبکہ امام ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ (736-795ھ) کہتے ہیں:

"متاخرین علماء میں سے بہت سے سنت کو عقیدہ سے متعلق باتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں، اس لئے کہ عقائد دین کی بنیاد ہیں، اور ان کا مخالف عظیم خطرہ سے دوچار ہے"
(جامع العلوم والحکم ص942)

میں کہتا ہوں کہ سنت کا اطلاق اگر عقائد کے باب میں ہو تو اس سے مراد پورا کا پورا دین ہوتا ہے، نہ کہ محدثین، علماء اصول اور فقہاء کے اصطلاحی معنی مراد ہوتے ہیں۔

امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں "سنت وہ طریقہ ہے جسے اختیار کیا جائے، پس اس کا مطلب ہے ان عقائد اور اعمال واقوال کو اختیار کرنا جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین تھے..." (جامع العلوم والحکم ص 262)

اہل سنت والجماعت کے دوسرے شرعی نام اور القاب

اہل کے معنی:

'' کسی چیز کا اہل وہ ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ اس کے ساتھ خصوصیت و تعلق رکھتا ہو''، لغت میں کہا جاتا ہے ''اہل الرجل '' یعنی وہ شخص جو لوگوں میں سب سے زیادہ آدمی کے ساتھ خصوصیت و قربت رکھنے والا ہو، ''اہل البیت '' کا مطلب ہوتا ہے گھر میں رہنے والے، '' اہل الاسلام'' یعنی اسلام کو بطور دین اختیار کرنے والے اور '' اہل المذہب ''یعنی کسی مذہب کو اپنانے والے۔

اہل سنت کے معنی:

اس طرح اہل السنہ کا معنی ہو گا وہ لوگ جو سب سے زیادہ سنت کے ساتھ خصوصیت و تعلق رکھتے ہوں، سب سے زیادہ اسے اپنانے اور اختیار کرنے والے ہوں اور قولی و عملی اور اعتقادی طور پر سب سے زیادہ اس کی پیروی کرنے والے ہوں۔

اہل سنت کے اصطلاحی معنی:

اس لفظ کا بطور اصطلاح استعمال ہو تو اس کا اطلاق دو معنوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے:
ایک عام معنی ہے، اس معنی کے اعتبار سے اس میں روافض کو چھوڑ کر بقیہ وہ سارے لوگ اہل سنت میں داخل ہوں گے جو اپنی نسبت اسلام کی طرف کریں۔
دوسرا خاص معنی ہے، اور عام معنی کے مقابلے میں اس کا دائرہ تنگ اور محدود ہے، اس سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو بدعات سے پاک وصاف خالص سنت کو اپنانے والے ہیں، اس سے تمام خواہش پرست اور اہل بدعت اہل سنت سے خارج ہو جاتے ہیں، جیسے خوارج، جہمیہ، مرجئہ، شیعہ اور دوسرے اہل بدعت۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اہل سنت کے لفظ سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جو خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم کریں، اس میں روافض کے علاوہ بقیہ سارے فرقے داخل ہو جاتے ہیں اور کبھی اس سے مراد صرف وہ لوگ ہوتے ہیں جو خالص حدیث وسنت کے حامل ہیں، اس میں صرف وہ لوگ ہی داخل ہوں گے، جو اللہ کے لئے صفات کو ثابت کرتے ہیں، قرآن کے

مخلوق ہونے کے قائل نہیں ہیں، آخرت میں دیدار الٰہی کو مانتے ہیں، تقدیر کے قائل ہیں اور اس کے علاوہ ان تمام باتوں کو تسلیم کرنے والے ہیں جو اہل الحدیث والسنۃ کے یہاں معروف ہیں" (منہاج السنۃ 2/361)

اس طرح اہل سنت سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، اس لئے کہ انہوں نے عقیدہ کے اصول آپ ﷺ سے بلاواسطہ حاصل کیے ہیں، اسی طرح عبادت سے متعلق امور کا حصول بھی بغیر کسی واسطے کے انہوں نے آپ ﷺ سے کیا ہے، یوں وہ لوگوں میں سب سے زیادہ آپ ﷺ کی سنت کے جاننے والے اور اپنے بعد آنے والے لوگوں سے بڑھ کر سنت کی اتباع اور پیروی کرنے والے ہیں، ان کے بعد احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے سارے لوگ اہل سنت ہیں جو تمام زمان ومکان میں انہی کے نقوش قدم کی پیروی کرنے والے ہیں، ان میں سرفہرست اہل حدیث اور اہل اثر ہیں۔

مختلف فرقے اور اصلی اہل سنت؟

چونکہ اہل سنت کے لقب کا اطلاق صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان لوگوں پر ہوتا ہے جو انہی کی ہدایت اور راستے کی پیروی کرنے والے ہیں، اس لئے ہر گروہ نے کوشش کی کہ وہ اس لقب کو اپنے لئے خاص کرلے، لیکن اعتبار حقائق کا ہوتا ہے نہ کہ محض دعووں کا۔

اہل سنت کا لقب اختیار کرنے کی وجہ؟

جب اسلام میں بدعتوں کا ظہور ہوا اور متعدد گمراہ فرقے وجود میں آئے اور ہر فرقہ اپنی بدعت اور خواہش کی دعوت بھی دینے لگا، ساتھ ہی وہ سب کے سب اپنی نسبت اسلام ہی کی طرف کرتے تھے تو اہل حق کے لئے ضروری ہوگیا کہ وہ اپنا تعارف ایسے ناموں سے کروائیں جو انہیں عقیدہ میں انحراف وبدعات کے شکار ہوجانے والے لوگوں سے الگ اور ممتاز کردیں، چنانچہ اسی ضرورت کے تحت ایسے نام سامنے آئے جو اسلام ہی سے مستفاد اور ماخوذ تھے، ان ہی ناموں میں سے "اہل سنت وجماعت" "فرقۂ ناجیہ" "طائفۂ منصورہ" "اہل حدیث واثر" اور "السلفیون" وغیرہ ہیں۔

ان ناموں پر غور کرنے والے پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ یہ تمام نام اسلام پر دلالت کرتے ہیں، ان میں سے بعض کا ثبوت تو صریح اور واضح نص (آیت یا حدیث) سے ہے اور بعض نام اس لئے وجود میں آئے تاکہ معلوم ہو کہ اہل سنت اسلام کی درست اور واقعی فکری اور عملی نمائندگی کررہے ہیں، اور یہ نام اہل بدعت کے ناموں اور ان کے القاب سے مختلف اور برعکس ہیں۔

اہل بدعت کے نام اور ان کے القاب کی حقیقت:

اہل بدعت کے نام اور القاب کا تعلق یا تو اشخاص کی طرف نسبت سے ہے، جیسے جہمیہ کی نسبت جہم بن صفوان[1] کی طرف ہے، زیدیہ[2] کی نسبت زید بن علی بن حسین کی طرف، کلابیہ کی نسبت عبداللہ بن کلاب[3] کی طرف، کرامیہ کی نسبت محمد بن کرام[4] (متوفی 255ھ) کی طرف، اور اشعریہ کی نسبت ابوالحسن اشعری[5] کی طرف۔

یا پھر ان کے القاب ان کی اصل بدعت سے مشتق (نکلے ہوئے) ہیں، جیسے رافضہ (شیعہ) کا لقب

1۔ یہ فرقہ جہمیہ کا بانی ہے، یہ فرقہ اسماء وصفات الہی کا انکار کرتا ہے، قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے، انسان کے مجبور محض ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، اس کے نزدیک ایمان صرف معرفت کا نام ہے اور یہ فرقہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ جنت اور جہنم فنا ہوجائیں گے، جہم بن صفوان کو اس کے فاسد اور غلط عقیدہ کی بنا پر 128ھ میں قتل کیا گیا

2۔ یہ شیعہ کے چار اساسی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جو زید بن علی بن حسین کی طرف نسبت کی بنیاد پر زیدیہ کہلاتا ہے، یہ امامیہ شیعہ فرقے سے اس وقت الگ ہوگئے جب زید بن علی سے سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا گیا اور انہوں نے ان دونوں حضرات سے اپنی رضامندی ظاہر کی تو ان کی جماعت نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی، جو لوگ زید کے ساتھ ہی رہے وہ زیدی کہلائے، بقیہ شیعوں کے مقابلے میں نسبتا اس فرقے کے اکثر لوگ اہل سنت سے قریب ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو افضل ماننے کے باوجود دیگر صحابہ سے اظہار براءت نہیں کرتے، عقائد میں یہ لوگ معتزلی ہیں

3۔ یہ فرقہ کلابیہ کا بانی ہے، کلاب اس کا لقب ہے، جس کے معنی اچک لینے والے کے ہیں، یہ مناظرے میں بڑا ماہر تھا، اپنے مخالف کو اپنے قوت بیان سے اپنی طرف کھنچنے پر مجبور کردیتا تھا، اس نے معتزلہ کے رد میں کئی کتابیں لکھی ہیں، اس کی وفات 240ھ کے بعد ہوئی [السیر للذہبی 11/147]، فرقہ کلابیہ اللہ کی خبری صفات جیسے ہاتھ، چہرہ اور پنڈلی وغیرہ کی نفی وتاویل کرتا ہے، اسی طرح اختیاری صفات جیسے استواء اور نزول وغیرہ کی تاویل کرتا ہے، اس کے یہاں ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمال ایمان میں داخل نہیں، یہ فرقہ تقدیر کے مسئلے میں جبر کی طرف مائل ہے۔ [وسطیۃ اہل السنۃ بین الفرق ص 339]

4۔ فرقہ کرامیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی جسم رکھتا ہے اور اس کی ذات حوادث کا محل ہے، یہ ایمان کو صرف اقرار باللسان کی حد تک محدود رکھتا ہے، زبانی اقرار ہی اس کے نزدیک کسی شخص کے مومن ہونے کے لئے کافی ہے، اس طرح اس کے نزدیک کافر بھی مومن ٹھہرتا ہے دیکھیں: مجموع الفتاوی (3 / 103)، الفرق بین الفرق للبغدادی (ص 202 - 214)، الملل والنحل للشہرستانی (2 / 11- 22) بہامش الفصل لابن حزم۔

5۔ مشہور امام اور متکلم، پورا نام ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری البصری ہے، اپنے سوتیلے باپ ابوعلی الجبائی جو اپنے وقت معتزلہ کے سردار تھے کے زیر سایہ پروان چڑھے، ان کی شاگردی اختیار کی اور چالیس سال معتزلہ ہی کے مسلک پر رہے پھر فرقہ کلابیہ کے عقائد کے زیر اثر آگئے اور صفات کی تاویل وانکار کی روش پر گامزن رہے، بعد از اں اہل سنت والجماعت کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر آگئے، ان کی بہت سی تصنیفات ہیں، ان میں مشہور مقالات الاسلامیین، کتاب اللمع اور الوجیز وغیرہ ہیں، ان کی آخری کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ ہے جو ان کے منہج اہل سنت پر ہونے کی دلیل ہے، وفات 423ھ میں ہوئی، اشاعرہ جو ان کی طرف منسوب ہیں ان کے خیالات دراصل فرقہ کلابیہ کے خیالات ہیں جن پر پہلے پہل اشعری رحمہ اللہ قائم تھے۔ (تبیین کذب المفتری: 43، سیر اعلام النبلاء 51 / 58، البدایۃ والنہایۃ 11 / 681، شذرات الذہب 2 / 303 - 305)

اس لئے پڑا کہ انہوں نے زید بن علی کی امامت یا شیخین (ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی امامت کو درکنار کیا، ناصبیہ کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ انہوں نے خود کو اہل بیت کی عداوت پر نصب کیا یعنی جمایا، "قدریہ[1]" کو اس لئے قدریہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے تقدیر کو بحث کا موضوع بنایا، صوفیوں کو اس لئے صوفی کہا گیا کہ وہ صوف (اون) پہننے والے تھے، باطنیہ (شیعوں کا ایک انتہائی خبیث فرقہ) کا لقب اس لئے وجود میں آیا کہ ان کا دعوی ہے کہ نصوص کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن اور مرجئہ[2] (مؤخر کرنے والے) کا لقب اس لئے استعمال ہوا کہ ان لوگوں نے اعمال کو ایمان کی حقیقت سے مؤخر اور الگ کر دیا۔

یا پھر ان القاب کی بنیاد القاب والوں کا مسلمانوں کے عقیدے اور جماعت سے نکل جانا ہے، جیسے خوارج[3] کا لقب اس لئے وجود میں آیا کہ ان لوگوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج (بغاوت) کیا اور معتزلہ کا نام اس لئے پڑا کہ ان کے سرغنہ واصل بن عطاء[4] نے حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس سے اعتزال یعنی علاحدگی اختیار کی۔

شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ اپنی کتاب "حکم الانتماء الی الفرق والأحزاب والجماعات الاسلامیۃ" ص 12 پر تحریر فرماتے ہیں:

> "جب وہ فرقے وجود میں آئے جن کی نسبت اسلام کی طرف تھی لیکن وہ مسلمانوں کو جوڑنے والے اصل نقطے سے ہٹ گئے تھے اس لئے اس نقطے پر قائم رہنے والوں کے لئے وہ شرعی القاب ظاہر ہوئے جن سے ان فرقوں سے ان کا امتیاز ہو سکے، ان القاب میں بعض تو وہ تھے جو واضح شرعی اصل سے ثابت شدہ تھے جیسے الجماعۃ، الفرقۃ الناجیہ، الطائفۃ المنصورہ، جبکہ بعض القاب کی بنیاد ان کا سنت کی پیروی پر قائم رہنے کا عمل تھا جسے انہوں نے اہل بدعت کے مقابلے میں اختیار کئے رکھا، اسی بنیاد پر صدر اول (صحابہ) سے ان کا ربط وتعلق ظاہر ہوتا تھا، جیسے "السلف"، "اہل الحدیث"، "اہل

1۔ یہ تقدیر کا انکار کرتے ہیں، اس فرقہ کا آغاز معبد الجہنی کے ذریعہ ہوا اسے حجاج بن یوسف نے 80ھ میں قتل کر دیا تھا۔

2۔ عمل کو ایمان میں داخل نہیں مانتے، ان کا بانی غیلان الدمشقی متوفی 105ھ ہے۔

3۔ یہ اسلام میں ظاہر ہونے والا پہلا فرقہ ہے، اس کا ظہور واقعۂ تحکیم کے بعد 37ھ میں ہوا، خوارج، عثمان وعلی اور دونوں حکم صحابہ (ابوموسی اشعری اور عمرو بن عاص) رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں، ان کے نزدیک ظالم حکمران کے خلاف خروج کا عقیدہ پایا جاتا ہے اور یہ مرتکب کبیرہ کے کافر اور ابدی جہنمی ہونے کے قائل ہیں [وسطیۃ اہل السنۃ بین الفرق ص 133]

4۔ یہ فرقۂ معتزلہ کا بانی ہے، سن وفات 131ھ ہے، معتزلہ صفات الٰہی کی نفی کرتے ہیں، قرآن ان کے نزدیک مخلوق ہے، یہ بندے کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں اور ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے لیکن اس کی سزا دائمی جہنم ہے۔

الاثر“ اور ”اہل السنۃ والجماعۃ“۔

یہ القاب کئی وجوہات کی بناپر کسی بھی فرقے کے کسی بھی لقب سے بالکل مختلف ہیں:

1. یہ وہ نسبتیں ہیں جو امت اسلامیہ کے منہاج نبوت پر وجود میں آنے بعد اس سے ایک لحظہ کے لئے بھی جدا نہیں ہوئیں، یہ نسبتیں تمام مسلمانوں کو امت کے پہلے گروہ اور ان لوگوں کے طریقے پر جمع کرتی ہیں جو علم کے حصول اور طریقۂ فہم کے سلسلے میں اسوہ و نمونہ تھے، اس طریقہ کی دعوت اور فرقۂ ناجیہ کے ”اہل سنت و جماعت“ کے اندر ہی ہونے کے اظہار کا تقاضا تھا کہ یہ القاب وجود میں آتے۔
2. یہ القاب پورے اسلام یعنی کتاب وسنت پر کو ہیں، ان کو کسی ایسی علامت سے کوئی تعلق نہیں جو کتاب وسنت کی مخالف ہو خواہ زیادتی کی شکل میں ہو یا کمی کی صورت میں۔
3. ان القاب میں سے کچھ تو وہ ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور کچھ وہ ہیں جو اہل اہواء اور گمراہ فرقوں کے مقابلے میں ان کی بدعت کی تردید، ان سے امتیاز قائم کرنے، ان کے ساتھ گڈمڈ ہونے سے بچنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے وجود میں آئے، چنانچہ جب بدعت کا ظہور ہوا تو ”سنت“ کے ذریعہ امتیاز قائم کیا گیا، جب رائے کو اہمیت دی گئی اور اسے بطور حکم اور فیصل اختیار کیا گیا تو ”الحدیث والاثر“ کے ذریعہ تمیز کی گئی اور جب بعد کے لوگوں میں بدعات وخواہشات عام ہوئیں تو ”طریقۂ سلف“ کو ذریعۂ امتیاز بنایا گیا۔
4. ان القاب کے حاملین کے یہاں دوستی اور دشمنی کی بنیاد اسلام ہے نہ کہ ان کی طرف سے متعین کردہ خاص علامت و پہچان، یہاں بس (فہم سلف کے مطابق) کتاب وسنت ہی بنیاد اور معیار ہے۔
5. یہ القاب ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے تعصب کا ذریعہ بالکل نہیں
6. یہ القاب کسی بدعت، معصیت اور کسی معین شخص وجماعت کے لئے تعصب کا سبب نہیں بنتے۔

اب اہل سنت والجماعت کے ناموں پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں:

3. اہل الاثر یا الاثریہ:

اس نام کا استعمال بہت سے اہل علم نے کیا ہے، اس نام سے وہ اہل سنت اور اہل حدیث مراد لیتے ہیں، امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (195ھ۔277ھ) لکھتے ہیں:

”ہمارا مذہب اور ہمارا طریقہ رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کے صحابہ و تابعین کی اتباع و پیروی اور

اہل الاثر جیسے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل (164۔241ھ) کے مذہب کو تھامنا ہے"

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ 179/1)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"اہل بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل الاثر کے سلسلے میں زبان درازی کرتے ہیں، زنادقہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو حشویہ (یعنی عوام اور نچلے درجے کے لوگ) کا نام دیتے ہیں، قدریہ کی نشانی یہ ہے کہ اہل الاثر کو جبریہ (یعنی بندے کو اپنے افعال میں مجبور ماننے والے) ٹھہراتے ہیں، مرجئہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مخالفہ (یعنی ان کے مذہب کی مخالفت کرنے والے) اور نقصانیہ (یعنی ایمان میں کمی اور زیادتی ہونے کے قائل) کہتے ہیں اور روافض کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو ناصبی (یعنی اہل بیت نبی ﷺ سے دشمنی رکھنے والے) کہتے ہیں" (حوالہ سابق)

یہ نام بہت سے علماء کے کلام میں آیا ہے جیسے امام ابونصر سجزی (متوفی 444ھ)، امام ابن تیمیہ، امام سفارینی (متوفی 1188ھ) اور دوسرے اہل علم وغیرہ یہ اثر کی طرف نسبت کی بنا پر اہل الاثر کہلائے، اصطلاح میں اثر حدیث کا مترادف ہے۔

اہل اثر کا معنیٰ:

اہل اثر کا معنی ہے جیسا کہ امام سفارینی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" وہ لوگ جو اپنا عقیدہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور سلفِ صالح صحابہ وتابعین سے صحیح طور پر منقول اقوال سے لیتے ہیں" (لوامع الانوار 64/1) سلف کے استعمال میں یہی معنی اہل سنت کا بھی ہے۔

4. الفرقۃ الناجیۃ:

یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، نبی کریم ﷺ نے فرقوں کے ذکر کے موقع پر ان کو جہنم سے مستثنی قرار دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً" سوائے ایک کے سب جہنمی ہونگے۔

شیخ حافظ حکمی معارج القبول (19/1) میں لکھتے ہیں:

"صادق ومصدوق ﷺ نے خبر دی کہ نجات پانے والی جماعت وہ ہے جو اسی طریقے پر قائم ہو جس پر آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے"

5. طائفہ منصورہ:

یہ نام سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی نبی ﷺ کی اس حدیث سے لیا گیا ہے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُاللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ

''میری امت کا ایک گروہ برابر غالب رہے گا، یہاںتک کہ اللہ کا حکم آجائے اس حال میں کہ وہ غالب ہی ہوں'' (صحیح بخاری:6881، صحیح مسلم:1921)۔

6. السلفیۃ یا السلفیون:

یہ نام سلف کی طرف نسبت کی بنا پر ہے۔

سلف کے لغوی معنیٰ:

سلف لغت میں سالِف کی جمع ہے، سالف کے معنی متقدم (یعنی اگلے) کے ہیں، سلف کے معنی ہوں گے متقدمین (اگلوں) کی جماعت، اسی سے اللہ تعالی کا فرمان ہے:

فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ

''پس ہم نے ان کو سلف (گزرا ہوا) کر دیا اور پچھلوں کے لئے مثال بنادی'' (الزخرف:56)

امام بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''سلف کہتے ان کو جو آباءواجداد میں سے گزر چکے ہیں، آیت کا مطلب ہے کہ ہم نے ان کو متقدم (پیشرو) بنایا تا کہ پیچھے والے ان سے نصیحت حاصل کریں''

امام ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انسان کے سلف اس کے وہ آباء واقرباء ہیں جو موت کی وجہ سے اس سے آگے جاچکے ہیں، اسی لئے صدر اول کے تابعین کو سلف صالح کہا جاتا ہے''

یہ تو سلف کے لغوی معنی ہوئے، رہا اصطلاحی معنی تو یہ آگے آرہا ہے۔

سلف سے مقصود کون ہیں؟

سلف کے اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں سلف کے کیا معنی ہیں؟ اس سلسلے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں، ان میں اہم مندرجہ ذیل ہیں:

1. وہ صرف صحابہ ہیں۔
2. وہ صحابہ اور تابعین ہیں۔
3. وہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین ہیں۔
4. سلف وہ ہیں جو پانچویں صدی سے پہلے تھے، اس فکر کے حاملین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک مذہب ہے جس کا تعلق ایک محدود اور متعین زمانی مرحلے سے ہے، اس کے بعد سے نہیں، اس زمانے کے بعد فکر اسلامی کی ترقی اس فکر کے حاملین کے ذریعہ ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ کیا زمانے کی حد بندی سلف کے مفہوم کی تحدید وتعیین کے لئے کافی ہے؟ چنانچہ جب ہم ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے جو قرون مفضلہ کی تعیین کے سلسلے میں وارد ہیں، یہ کہیں کہ زمانی اعتبار سے سلف فضیلت والی تین صدیوں کے لوگ ہیں وتو کیا ان صدیوں میں موجود سارے لوگوں کو سلف سمجھ کر ان کی پیروی کی جائے گی؟

اس میں کیا شک کہ یہ بات صحیح نہیں ہے اور اس سوال کا جواب نفی ہی میں ہے، کیونکہ بہت سے فرقے اور جماعتیں اسی زمانے میں نکلی ہیں۔

لہذا زمانی اعتبار سے آگے اور پہلے ہونا سلف کی تعیین کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ تقدم وسبقتِ زمانی کے ساتھ رائے کا کتاب وسنت کے موافق ہونا بھی ضروری ہے، جس کی رائے کتاب وسنت کی مخالف ہو وہ سلفی نہیں، گو کہ وہ صحابہ اور تابعین کے درمیان زندگی گزارے۔

اس طرح کسی شخص کا اس زمانے میں ہونا اس کے بارے میں یہ حکم لگانے کے لئے کافی نہیں ہے کہ وہ سلف کے مذہب پر ہے جب تک کہ وہ اپنے اقوال وافعال میں کتاب وسنت کا پابند ومتبع اور بدعت سے احتراز کرنے والا نہ ہو، اسی لئے بہت سے علماء اس اصطلاح کو اس کے استعمال کے وقت قید کے ساتھ بیان کرتے ہیں یعنی وہ صرف سلف نہیں بلکہ سلف صالح کہتے ہیں۔

چنانچہ امام سفارینی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"مذہب سلف سے مراد وہ طریقہ ومذہب ہے جس پر صحابۂ کرام، احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والے (تابعین)، اتباع تابعین اور وہ ائمہ دین تھے جن کی امامت کی گواہی دی گئی ہے، دین کے سلسلے میں جن کی عظمتِ شان معروف ہے اور خلفاً عن سلفٍ (سلف سے خلف تک) لوگوں میں جن کو قبول عام حاصل ہے، نہ کہ ان لوگوں کا طریقہ جن پر بدعت کا الزام ہے یا جن کی شہرت ناپسندیدہ القاب کے ساتھ ہے، جیسے خوارج، روافض، قدریہ، مرجئہ، جبریہ، جہمیہ، معتزلہ، کرامیہ اور ان جیسے دوسرے لوگ" (لوامع الانوار 20/1)

امام سفارینی نے احتراز اور قید سے کام لیا ہے، سلف کے ساتھ، قابل پیروی ہونے اور ان لوگوں میں سے ہونے کی قید لگائی جن کے لئے امامت کی گواہی دی گئی ہے اور جن پر بدعت کی تہمت نہیں ہے، لہٰذا محض زمانی اعتبار سے سلف ٹھہرنے والے سارے لوگ قابل اقتداء نہیں، قابل اقتداء اور اسوہ ہونے کی بات ان اسلاف، صحابہ، ائمہ تابعین وتبع تابعین کے ساتھ خاص ہے جن کے لئے خیر کی گواہی دی گئی ہے، جن کا سنت کے ساتھ تمسک وامامت اور بدعت سے خود اجتناب کرنے اور دوسروں کو بھی خبردار کرنے کی بات معروف ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے راستے کو اپنانے اور ان کے آثار ومنہج کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

"ان کے راستے کی پیروی کریں جو میری طرف رجوع کرنے والے ہیں" (لقمان:15)

امام ابن القیم رحمہ اللہ (751ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"صحابہ سارے کے سارے اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے، پس ان کے راستے کی پیروی ضروری ہے اور ان کے اقوال اور ان کے اعتقادات ان کے راستے میں سے ہیں"

(اعلام الموقعین 120/4)

اللہ تعالیٰ نے ان سے رضامندی کا اظہار فرمایا اور ان لوگوں سے بھی جو اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

"اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے" (التوبہ:100)

ان باتوں کی بنیاد پر اہل سنت کو سلفی نام دینے میں بدعت نام کی کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ سلف کی اصطلاح اہل سنت وجماعت کی اصطلاح کے بالکل برابر ہے، سلف کی تعریف کرنے والے تمام لوگوں نے متفقہ طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام سلف میں لیا ہے، اس پر غور کرکے اس بات کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ صحابہ ہی اصل سلف ہیں اور وہی اہل سنت وجماعت ہیں۔

تو جس طرح اہل سنت کی طرف نسبت کرکے "سنی" کہنا درست ہے اسی طرح سلف کی طرف نسبت کرکے "سلفی" کہلانا درست ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں، فرقوں کے وجود اور اختلاف وافتراق کے پائے جانے کے بعد سلف کے لفظ کے مدلول ومصداق وہ لوگ ٹھہرے جنہوں نے عقیدہ ومنہج کی سلامتی کی حفاظت کا صحابہ رضی اللہ عنہم اور فضیلت والی صدیوں اور زمانوں کے فہم کے مطابق اہتمام کیا، اس طرح "سلف" کی اصطلاح اہل سنت کے دوسرے شرعی ناموں کے مترادف اور برابر ہوگئی۔

سلف کے مذہب اور اہل بدعت کے سلسلے میں سلف کے موقف کی وضاحت ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

''تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئے نئے کام سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے'' (سنن ابی داود:4607، سنن ابن ماجہ:24، سنن ترمذی:4607)

آپ ﷺ نے فرقۂ ناجیہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کونسا فرقہ ہے اے اللہ کے رسول؟ تو فرمایا:

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

''وہ فرقہ جو اس طریقہ پر ہو جو میرے اور میرے صحابہ کا ہے'' (سنن ترمذی:2641، الصحیحۃ:407)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوا خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللَّهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَقْلِ دِينِهِ، فَتَشَبَّهُوا بِأَخْلَاقِهِمْ وَطَرَائِقِهِمْ، فَهُمْ كَانُوا عَلَى الْهَدْيِ الْمُسْتَقِيمِ.

''جو شخص طریقہ اختیار کرنا چاہے اسے ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو وفات پا چکے، وہ محمد ﷺ کے صحابہ ہیں، جو اس امت کے سب سے بہتر لوگ تھے، سب سے زیادہ نیک دل، سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والے اور سب سے کم تکلف والے تھے، وہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کو نقل کرنے کے لئے منتخب کر لیا، تو تم ان کے اخلاق اور ان کے راستوں کو اپناؤ، وہ لوگ بالکل صراط مستقیم پر تھے'' (شرح السنۃ للبغوی 1/214)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أُصُولُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا اَلتَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ، وَتَرْكُ الْبِدَعِ

''ہمارے نزدیک دین کا اصول یہ ہے کہ صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کو اختیار کیا جائے، صحابہ کی پیروی کی جائے اور اور بدعت کو ترک کر دیا جائے''

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی 1/156)

اہل سنت کے ائمہ اور علماء ہمیشہ نسلا بعد نسل سلف صالح کی پیروی، ان کی اقتداء اور ان کے طریقے کو اختیار کرنے کی دعوت دیتے رہے ہیں، اسی طرح اہل سنت کے افراد اپنے دین اور عقائد کے سلسلے میں کتاب اللہ اور صحیح سنن رسول اللہ سے استدلال کرتے رہے ہیں، اگر کتاب وسنت میں کوئی بات نہیں پاتے تو ان سلف صالحین یعنی صحابہ وتابعین اور اتباع تابعین سے ثابت شدہ اقوال سے استدلال کرتے ہیں، جن کی امامت سنت کے سلسلے میں معروف ومشہور ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ آیت ''ثم استوی علی العرش'' (الاعراف:54) کی تفسیر میں کہتے ہیں:

''اس بارے میں لوگوں کے اقوال بہت زیادہ ہیں جن کی تفصیل کا موقع نہیں ہے، یہاں وہی مذہب اختیار کیا جائے گا جو سلف صالح، امام مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق رحمہم اللہ کا ہے'' (ابن کثیر 2/422)

امام ابن ابی العز حنفی شارح طحاویہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''میں نے چاہا کہ میں اس کی شرح کروں، اس کی عبارتوں کے سلسلے میں سلف کے راستے کی پیروی کرتے ہوئے، انہی کے طریقے کو اختیار کرتے ہوئے اور انہی کی خوشہ چینی کرتے ہوئے، شاید میں ان کی لڑی میں شامل ہوجاؤں اور ان کے زمرے میں داخل ہوجاؤں'' (شرح العقیدۃ الطحاویہ ص74)

امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی قابل قدر کتاب ''العلو للعلی الغفار'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''اے اللہ کے بندے! اگر تو انصاف چاہتا ہے تو قرآن وسنت کی نصوص کے ساتھ ٹھہر جا، پھر دیکھ کہ صحابہ وتابعین اور ائمہ تفسیر نے ان آیات کے سلسلے میں کیا کہا ہے اور سلف کا کونسا مذہب نقل کیا ہے، پھر تو یا تو علم کے ساتھ بولے گا یا حلم وبردباری کے ساتھ خاموش رہے گا'' (وسطیۃ اہل السنۃ بین الفرق ص 102-105)

اہل سنت نے ضرورت محسوس کی کہ وہ سلف صالح کے مذہب کو بیان کریں جن کے اہل سنت ہونے کے

سلسلے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے، یہ ضرورت انہیں اس وقت محسوس ہوئی جب اہل بدعت و افتراق کا ظہور ہوا، فرقے اور گروہ وجود میں آئے اور یہ گروہ اور فرقے یہ سمجھنے لگے کہ وہی حق پر ہیں اور وہی فرقۂ ناجیہ ہیں۔

یہ لوگ اپنے اقوال اور افکار کے سلسلے میں کتاب وسنت کی نصوص سے استدلال کرتے، انہیں اپنی رائے پر اتار لیتے، انہیں ان کے ظاہری مدلول سے پھیر دیتے اور دعوی کرتے کہ وہ کتاب وسنت کے پیروکار ہیں، عام لوگوں پر معاملہ مشتبہ اور گڈمڈ ہونے لگا، اس وقت لوگوں نے ضرورت محسوس کی کہ سلف کے مذہب کو واضح کیا جائے، اسی لئے ائمہ نے اس بات کو واضح کر دینے کی کوشش کی کہ انہوں نے عقائد کے مسائل سے متعلق جو کچھ ذکر کیا ہے اور کہا ہے وہ دراصل ان سے پہلے کے ائمۂ سلف، صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کا کہا ہوا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے برخلاف جو بھی اقوال ہیں وہ ان کے اقوال نہیں ہیں اور جو بھی طریقے ہیں وہ ان (سلف) کے راستے نہیں ہیں، وہ اہل بدعت اور اہل افتراق کے اقوال اور طریقے ہیں۔

سلف کی طرف انتساب اور سلفی لقب اختیار کرنے کا جواز

یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اتباعِ سلف کی دعوت یا سلفیت کی دعوت دراصل صحیح اسلام، خالص سنت اور اس اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت ہے جو نبی ﷺ پر اترا تھا اور جسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے حاصل کیا، پھر تو یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یہی دعوت دعوتِ حق ہے اور اس کی طرف نسبت کرنا برحق ہے۔

ائمۂ اہل سنت کا سنت کو اختیار کرنے، سلف کے طریقے اور ان کے منہج کی طرف لوٹنے اور ان کی پیروی کی دعوت دینے کے سلسلے میں بڑا زبردست اثر اور کردار رہا ہے، انہی ائمہ میں امام اہل سنت والجماعت امام احمد بن حنبل، امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ، امام ابو بکر محمد بن حسین آجری، امام ابو عبد اللہ بن بطہ عکبری اور امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہم اللہ ہیں۔

ان کے بعد شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، ان کے شاگرد امام ابن القیم، پھر شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ اور ان کے بعد کے ائمۂ دعوت ہیں جن کی کوششوں نے گزرتے زمانے کے ساتھ اُس سلفی فکر ورجحان کو جِلا بخشا دین وعقیدہ کے سلسلے میں جس کا سرچشمہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سلف صالح صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کا اسوہ وطریقہ ہے اور جس نے ہر اس بدعی رَو اور بہاؤ کو روکا جو ان بنیادوں سے باہر رونما ہوا۔

اس بات کو سمجھنے کے بعد آیئے ہم عنوان ''سلف کی طرف نسبت اور سلفی لقب اختیار کرنے کا جواز'' کی طرف آتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''وہ شخص قابل عیب زنی نہیں ہے جو سلف کے مذہب کا اظہار کرے، اس کی طرف اپنی نسبت کرے اور خود کو اس سے منسوب کرے، بلکہ ایسے شخص کی طرف سے اس نسبت کو قبول کرنا واجب ہے، اس لئے کہ سلف کا مذہب حق کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ہے''

(الفتاوی 4/149)

امام سمعانی رحمہ اللہ (متوفی 562ھ) انساب الاشراف (3/273) میں لکھتے ہیں:

''سلفی سین اور لام کے فتحہ (زبر) کے ساتھ اور آخر میں فاء ہے، یہ سلف کی طرف نسبت ہے اور اس کا مطلب جیسا کہ میں نے ان سے سنا ہے سلف کے مذہب کو اختیار کرنا ہے''

امام ابن اثیر رحمہ اللہ (متوفی 630ھ) امام سمعانی کے گزشتہ کلام کے بعد کہتے ہیں "اس نسبت کے ساتھ ایک جماعت معروف ومشہور ہے"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی بعض تصنیفات میں ان لوگوں کے لئے سلفی کا لقب استعمال کیا ہے جو اللہ تعالی کی فوقیت (اوپر ہونے) کی صفت کے سلسلے میں سلف کے قول کے قائل ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی 748ھ) سیر اعلام النبلاء (12/380) میں لکھتے ہیں:

"حافظ (حدیث) کیلئے جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ کہ وہ پرہیزگار، ذہین۔۔۔اور سلفی ہو"۔

اسی طرح امام ذہبی امام دارقطنی رحمہ اللہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں "آدمی کبھی علم کلام میں داخل نہیں ہوا اور نہ بحث وجدال میں پڑا، وہ سلفی تھے"

موجودہ دور میں اس نسبت اور لقب کا استعمال ان علماء اور افاضل نے کیا ہے جو سنت کی پیروی اور اس کے دفاع کے سلسلے میں شہرت رکھتے ہیں جیسے شیخ عبدالرحمن المعلمی (متوفی 1386ھ) نے اپنی کتاب "القائد الی تصحیح العقائد" میں اور شیخ عبدالعزیز بن باز نے اپنے رسالہ "تنبیہات هامة علی ماکتبه محمد علی الصابونی فی صفات الله عزوجل" میں۔

شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ "آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اپنے کو سلفی اور اثری کہتا ہے، یہ تزکیہ (خود کی پاکی ظاہر کرنا) تو نہیں ہے؟"

تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"اگر سچ مچ وہ سلفی یا اثری ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ سلف کہا کرتے تھے فلاں سلفی ہے، فلاں اثری ہے، یہ ضروری تزکیہ ہے، ایسا تزکیہ جس کا اظہار ضروری ہے"

اسی طرح شیخ علامہ محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مختصر العلو" میں، شرح عقیدہ طحاویہ کے مقدمے میں اور "التوسل" میں اس لقب کا استعمال کیا ہے۔

علامہ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا: سلفیت کیا ہے؟ کیا سلفی منہج اپنانا اور اسے اختیار کرنا واجب ہے؟

تو انہوں نے جواب میں فرمایا "سلفیت عقیدہ، فہم اور سلوک وعمل میں سلف یعنی صحابہ وتابعین اور قرون مفضلہ کے منہج پر چلنا ہے اور مسلمان پر اس منہج کو اختیار کرنا لازم ہے"

ان ہم زمانہ علماء میں ایک نام شیخ علی بن ناصر فقیہی کا بھی نام ہے جنہوں نے اپنی کتاب "الفتح

المبین بالرد علی نقد عبد اللہ الغماری لکتاب الاربعین ''میں اس لقب اور نسبت کا استعما ل کیا ہے۔

یہ اور ان جیسے دیگر علماء وفضلاء سلفی لقب استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے، اس نسبت سے مقصود وہ لوگ ہیں جو سلف کے منہج اور طریقہ پر چلیں، بعض جدید قلم کاروں نے جنہوں نے مذاہب اسلامیہ سے متعلق کتابیں لکھی ہیں سلفیوں کو گزشتہ ائمہ کی پیروی کرنے والی ایک ممتاز جماعت اور طبقہ شمار کیا ہے، جیسے محمد ابوزہرہ مصری، مصطفی الشکعۃ اور محمد بن سعید بوطی وغیرہم ہیں، ان لوگوں نے سلفیت کو ایک ممتاز اور علاحدہ جماعت شمار کیا ہے، جو اس نام سے معروف ہوئی۔

ان لوگوں نے اس جماعت کے جاری رہنے کے تاریخی ارتقاء اور تسلسل کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کے مطابق یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مدرسہ فکر کا امتداد اور تسلسل ہے جس کی تجدید امام ابن تیمیہ اور امام محمد بن عبد الوہاب رحمہما اللہ کے ذریعے ہوئی، ان لوگوں کا خیال ہے کہ سلفیوں نے اس لقب کا استعمال خود اپنے لیے کیا ہے۔

ان میں سے بعض جیسے محمد سعید بوطی نے سلفی مذہب کو بس ایک زمانی عرصہ اور پیریڈ قرار دیا ہے، نہ کہ ایک اسلامی مذہب اور مسلک۔

بہر حال سلفی لقب کا استعمال سلفی مذہب کی طرف لوٹنے کی دعوت دینے والوں نے خود اپنے لیے کیا ہو یا دوسروں نے انہیں اس لقب سے ملقب کیا ہو، یہ بات طے شدہ ہے کہ متقدمین ائمہ اہل سنت میں سے اور ان کے منہج ومسلک پر چلنے والے بعد کے لوگوں میں سے کسی نے بھی آج تک اس لقب کے استعمال پر نکیر اور اعتراض نہیں کیا ہے، اس لقب کے اختیار کرنے کے جائز ہونے کے سلسلے میں سب سے کمتر درجے میں جو بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ یہ ایک اصطلاح ہے اور اصطلاح کے اختیار کرنے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے۔

اعتبار تو معانی وحقائق کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ والقاب کا، پیچھے وہ معانی گزر چکے ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ اس لقب سے مقصود وہ لوگ ہیں جو سلف صالح کے منہج پر چلنے والے اور ان کے طریقے کی پیروی کرنے والے ہیں، اس طرح سلفی کہلانے اور اہل السنۃ کہلانے کے درمیان ادنی اور معمولی فرق بھی نہیں ہے۔

سلف صالح کی اتباع اور ان کے مذہب کی پابندی کے واجب ہونے کی بعض دلیلیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

''ان کے راستے کی پیروی کیجئے جنہوں نے میری طرف رجوع کیا'' (لقمان:15)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے راستے کی پیروی کرنے، ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے منہج کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیت کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''صحابہ سارے کے سارے اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے، پس ان کے راستے کی پیروی ضروری ہے اور ان کے اقوال اور ان کے اعتقادات ان کے راستے میں سے ہیں'' (اعلام الموقعین 4/120)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے راستے کی مخالفت کرنے سے ڈرایا ہے اور ان کی مخالفت پر جہنم کی وعید سنائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

''جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور جہنم میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے'' (النساء:115)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا جو اخلاص کے ساتھ صحابہ کی پیروی کریں اور ان کے لئے ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے'' (التوبہ:100)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم فرمایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے خلفاء کی سنت کی پیروی کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

''تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئے نئے کام سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے'' (سنن ابی داؤد:4607، سنن ابن ماجہ:24، سنن ترمذی:4607)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

''سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر وہ جو ان کے بعد آئیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے'' (صحیح بخاری:3415، صحیح مسلم:6635)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہتر فرقوں سے متعلق حدیث میں فرقۂ ناجیہ کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ فرقہ وہ ہے جو اس طریقے پر ہو جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں، پس جو اس طریقے کی مخالفت کرے وہ وعید والوں میں شامل ہوگا۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيتُمْ

''پیروی کرو، بدعت ایجاد نہ کرو، یہی تمہارے لئے کافی ہے''

(سنن الدارمی 1/80 کتاب العلم لابی خیثمہ، وصححہ الالبانی)

اور فرمایا: إِنَّا نَقْتَدِيْ وَلَا نَبْتَدِيْ، وَنَتَّبِعُ وَلَا نَبْتَدِعُ، وَلَنْ نَضِلَّ مَا تَمَسَّكْنَا بِالْأَثَرِ

"ہم پیروی کرتے ہیں، پہل نہیں کرتے، اتباع کرتے ہیں بدعت پر نہیں چلتے، ہم جب تک اثر کو تھامے رہیں ہر گز گمراہ نہیں ہوں گے"

(اللالکائی فی "شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ" (1/96))

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالسَّبِيْلِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّه لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ عَلَى سَبِيْلٍ وَسُنَّةٍ ذَكَرَ الرَّحْمَانَ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ أَبَدًا، وَإِنَّ اِقْتِصَادًا فِيْ سَبِيْلٍ وَسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اجْتِهَادٍ فِيْ خِلَافِ سَبِيْلٍ وَسُنَّةٍ

"طریقے اور سنت کو لازم پکڑو، اس لئے کہ جو بندہ بھی سنت اور طریقے کو اختیار کر کے رحمن کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں اللہ تعالی کی خشیت سے بہہ پڑیں، تو اسے آگ چھو نہیں سکتی، سنت اور خیر میں میانہ روی کے ساتھ چلنا اختلاف اور بدعت کی راہ میں کوشش و محنت صرف کرنے سے بہتر ہے"

ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَلَيْكُمْ بِالْأَمْرِ الْأَوَّلِ الَّذِيْ كَانُوْا عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَّتَفَرَّقُوْا

"اس پہلے امر کو لازم پکڑو جس پر لوگ اختلاف سے پہلے تھے"

(ذكره ابن الجوزي فى التلبيس وذكره السيوطي ورواه معمر في الجامع)

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِصْبِرْ نَفْسَكَ عَلَى السُّنَّةِ وَقِفْ حَيْثُ وَقَفَ الْقَوْمُ وَقُلْ بِمَا قَالُوْا وَكُفَّ عَمَّا كَفُّوْا عَنْهُ وَاسْلُكْ سَبِيْلَ سَلَفِكَ الصَّالِحِ فَإِنَّه يَسَعُكَ مَا وَسِعَهُمْ "۔

"اپنے آپ کو سنت پر جمادو، وہیں رک جاؤ جہاں جماعتِ صحابہ رک گئی، وہی کہو جو انہوں نے کہا، ان باتوں سے باز رہو جن سے وہ رکے رہے، اپنے سلف صالح کے راستے پر چلو، ان کو جو باتیں کافی ہوگئیں تمہیں بھی کافی ہوجائیں گی" (رواہ اللالکائی فی شرح السنۃ، ذم الکلام للہروی 315)

امام اوزاعی رحمہ اللہ ہی کا قول ہے:

عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَف وإِنْ رَفَضَكَ الناس، وَإِيَّاك وآراءَ الرجال وإِنْ زَخْرَفُوها لكَ بالقَول ۔

''سلف کے آثار کو لازم پکڑو، اگرچہ لوگ تمہیں دھتکار دیں اور لوگوں کی آراء سے بچو اگرچہ وہ خوشنما بنا کر کیوں نہ پیش کریں'' (اخرجہ الخطیب فی شرف أصحاب الحدیث)

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا:

أُصُولُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالاِقْتِدَاءُ بِهِمْ، وَتَرْكُ الْبِدَعِ

''ہمارے نزدیک دین کا اصول یہ ہے کہ صحابہؓ کرام کے طریقے کو اختیار کیا جائے، ان کی پیروی کی جائے اور بدعت کو ترک کر دیا جائے''

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ للالکائی 156/1)

اسی طرح علماء ہر دور میں نسل در نسل سلف صالح کی اتباع، ان کی پیروی، ان کے راستے کو اپنانے اور ان کے منہج اور نقش قدم کو اختیار کرنے کی دعوت دیتے رہے۔

عقیدہ کے باب میں سلف کا منہج

عقیدہ کے باب میں سلف کے منہج کا خلاصہ اس طرح ہے:

1. سلف عقیدہ کے باب میں مکمل طور پر کتاب وسنت پر ہی اعتماد کرتے ہیں اور نصوص کو سلف صالح کے فہم کی بنیاد پر سمجھتے ہیں۔
2. وہ عقیدہ کے سلسلے میں سنت صحیحہ کو حجت مانتے ہیں، یہ سنت خواہ متواتر ہو یا خبر آحاد۔
3. وہ وحی سے ثابت شدہ چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں، عقل سے ان کا رد نہیں کرتے اور ان امور سے متعلق بحث میں نہیں پڑتے جن میں عقل کے استعمال کی گنجائش نہیں۔
4. وہ علم کلام اور فلسفہ کے چکر میں نہیں پڑتے۔
5. وہ باطل تاویل کا رد کرتے ہیں۔
6. وہ کسی بھی مسئلہ سے متعلق تمام نصوص کو جمع کرتے ہیں۔

یہ (سلفی) عقیدہ صاف ستھرے چشمے یعنی قرآن وسنت سے حاصل شدہ اور خواہشات وشبہات سے دور ہے، اس عقیدہ کا حامل شخص نصوص کتاب وسنت کی تعظیم کرنے والا ہوتا ہے، اسلئے کہ وہ جانتا ہے کہ ان میں جو کچھ ہے وہ حق اور درست ہی ہے۔

امام بربہاری (متوفی 329 ھ) رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جان لو کہ دین اللہ تعالی کی طرف سے آیا ہے، لوگوں کی عقلوں اور رائے کی بنیاد پر نہیں بنایا گیا ہے، اور اس کا علم اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے پاس ہے، پس اپنی خواہشات کی بنا پر کسی چیز کی پیروی نہ کرو، ورنہ دین سے نکل جاؤ گے، اسلام سے باہر ہو جاؤ گے، اس لئے کہ تمہارے پاس کوئی حجت ودلیل نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے سنت کو بیان فرما دیا اور اپنے اصحاب کے لئے اسے واضح کر دیا، وہی جماعت اور سواد اعظم ہیں اور سواد اعظم سے مراد حق اور اہل حق ہیں" (شرح السنۃ ص 66)

امام بربہاری رحمہ اللہ اپنی کتاب "شرح السنۃ" کے صفحہ 65 پر لکھتے ہیں:

"بنیاد وہی ہے جس پر جماعت کا قیام تھا، اور جماعت سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور وہی اہل سنت والجماعت ہیں، جو ان سے نہ لے وہ گمراہ اور بدعتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"

امام بربہاری مزید کہتے ہیں:

''عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی کے لئے اس گمراہی کے سلسلے میں جسے وہ ھدایت سمجھ کر اختیار کرتا ہے اور اس ہدایت کے سلسلے میں جسے وہ گمراہی سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے کوئی عذر نہیں، اس لئے کہ امور واضح ہو چکے ہیں، حجت و دلیل ثابت ہو چکی ہے اور عذر منقطع ہو چکا ہے، اور وہ اس طرح کہ اہل سنت والجماعت نے دین کے سارے امور کو محکم اور مستحکم کر دیا ہے اور وہ لوگوں کے لئے واضح ہو چکے ہیں، پس اب لوگوں کے ذمے اتباع اور پیروی ہی ہے'' (شرح السنہ ص 66)

سلفی منہج کے امتیازات اس طرح ہیں:

01. اس منہج کے ماننے والے حق پر ثابت اور قائم رہتے ہیں اور اہل اہواء کی طرح قلابازیاں نہیں کھاتے رہتے۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا:

إِنَّ الضَّلَالَةَ اَنْ تَعْرِفَ مَاكُنْتَ تُنْكِرُ وَتُنْكِرَ مَاكُنْتَ تَعْرِفُ، وَإِيَّاكَ وَالتَّلَوُّنَ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّ دِيْنَ اللهِ وَاحِدٌ

''گمراہی یہ ہے کہ تو ان چیزوں کو پہچانے جن کو تو نہیں پہچانتا تھا اور ان چیزوں کو نہ پہچانے جنہیں تو پہچانتا تھا، دین میں تلون اور رنگ بدلنے سے بچو، اس لئے کہ اللہ کا دین ایک ہی ہے'' (اعتقاد اہل السنۃ: 120)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ اہل حدیث کے یہاں اہل کلام وفلسفہ کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ثبات اور ٹھہراؤ پایا جاتا ہے''

مزید کہتے ہیں:

''اہل سنت مسلمان عوام وعلماء کے پاس جو معرفت ویقین، اطمینان وپختگی، اور اپنے ایمان وعقیدہ کے تئیں جو مضبوطی وٹھہراؤ موجود ہے اس سے اختلاف وانکار وہی شخص کر سکتا ہے جس سے اللہ نے عقل اور دین دونوں چیزیں چھین لی ہو'' (مجموع الفتاوی 4/19)

02. سلفی منہج کی خصوصیات میں سے ان کا عقیدہ کے سلسلے میں متفق ہونا بھی ہے، زمان ومکان کے بدلنے کے باوجود ان کے عقیدہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ (دیکھیں: الحجۃ لقوام السنۃ 2/225)

03. منہج سلف کا یہ بھی امتیاز ہے کہ اس کے حاملین لوگوں میں سب سے زیادہ نبی ﷺ کے حالات، آپ کے افعال اور آپ کے اقوال کے جاننے والے ہوتے ہیں اور ان میں سب سے زیادہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف (احادیث) کے درمیان تمیز کر سکیں، اس لئے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سنت سے محبت کرنے والے، سنت کی اتباع کی سب سے زیادہ خواہش رکھنے والے اور سب سے زیادہ اہل سنت سے دوستی رکھنے والے ہوتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جب رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ لوگوں میں سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ حقائق سے آگاہ اور سب سے زیادہ درست احوال واقوال کی حامل ٹھہری تو پھر لوگوں میں جو سب سے زیادہ آپ کو جاننے والے ہوں وہی حق سے سب سے زیادہ آگاہ ہوں گے اور جو سب سے زیادہ آپ کی موافقت و پیروی کرنے والے ہوں وہ مخلوقات میں سب سے زیادہ افضل ہوں گے" (مجموع الفتاوی 4/140-141)

04. منہج سلف کے حاملین کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ سلف صالح کا طریقہ ہی سب سے زیادہ محفوظ، سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ استحکام ومضبوطی والا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ اہل کلام کا دعوی ہے کہ سلف کا طریقہ سب سے محفوظ ہے لیکن خلف کا طریقہ زیادہ علم والا اور محکم ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس غلط بیانی کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"انہوں نے سلف کے طریقے کے سلسلے میں جھوٹ سے کام لیا اور خلف کے طریقے کو درست ٹھہرا کر گمراہی کے شکار ہو گئے، انہوں نے سلف کے سلسلے میں کذب بیانی کر کے طریقۂ سلف سے جہالت اور خلف کے طریقے کو درست ٹھہرا کر ضلالت کو یکجا کر لیا"

(مجموع الفتاوی 5/9)

05. منہج سلف کے حاملین کی یہ بھی خصوصیت اور امتیاز ہے کہ ان کے اندر عقیدۂ صحیحہ اور درست دین کی نشر واشاعت، لوگوں کی تعلیم وخیر خواہی اور مخالفین اور اہل بدعت کی تردید کی خواہش وکوشش پائی جاتی ہے۔

06. منہج سلف کے حاملین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام فرقوں میں یہ راہ اعتدال ووسطیت کے حامل ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اسلام میں اہل سنت کی وہی حیثیت ہے جو دیگر ملتوں کے مقابلے میں خود اسلام کی ہے''

مزید کہتے ہیں:

''وہ اسماء وصفات کے باب میں اہل تعطیل جہمیہ اور اہل تمثیل مشبہہ کے درمیان، افعال الٰہی کے باب میں قدریہ اور جبریہ کے درمیان، وعید کے باب میں خوارج اور قدریہ اور دوسرے وعیدیہ فرقوں کے درمیان، ایمان ودین کے ناموں کے سلسلے میں حروریہ ومعتزلہ اور جہمیہ ومعطلہ کے درمیان اور نبی ﷺ کے صحابہ کے سلسلے میں روافض اور خوارج کے درمیان اعتدال ووسطیت پر قائم اور گامزن ہیں'' (مجموع الفتاوی 3/141)

۶۔ اہل بدعت اور اہواء پرستوں کا منہج:

پیچھے عقیدہ کے سلسلے میں سلف کے منہج اور منہج سلف کے امتیازات کا ذکر ہوا، اور بات یہ سامنے آئی کہ عقیدہ کے سلسلے میں سلف کے منہج کا اہم امتیاز یہ ہے کہ عقیدے کے بارے میں ان کا پورا انحصار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ہے اور یہ انحصار واعتماد سلف صالح کے فہم کی قید کے ساتھ ہے۔

اس کے برعکس اہل بدعت اور اہواء پرستوں کا منہج ہے، ان کے نزدیک حصول علم وعقیدہ کا سرچشمہ کتاب وسنت نہیں ہے، بلکہ ان کے ائمہ اور مشائخ کی ایجاد کردہ بدعات، نصوص کتاب وسنت کی من مانی تاویل، عقل پر اعتماد وانحصار، ضعیف وموضوع روایات، متشابہات کی پیروی اور دلائل میں تحریف اور ان کی فاسد تاویل ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ اہل کتاب کی گروہ بندی ہو یا اس امت کا تہتر فرقوں میں بٹ جانا، سبب تاویل (فاسد) ہی ہے" (اعلام الموقعین 4/317)

اور امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"خوارج کے خروج، معتزلہ کے اعتزال، روافض کے رفض اور امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے کا سبب سوائے تاویل فاسد کے اور کیا ہے؟"

یہ منہج جو اہل اہواء اور بدعت پرستوں کا اختیار کردہ ہے استدلال ونظر کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت کے منہج کے مخالف ہے اور یہ امت اسلامیہ کے اختلاف وتفرقہ کے عوامل میں سے ایک بڑا عامل اور سبب ہے۔

نجات کا راستہ پیروی کی راہ اختیار کرنا اور بدعت سازی سے بچنا ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''العبودیۃ'' (ص 31) میں لکھا ہے:

''دین پورا کا پورا دو باتوں سے عبارت ہے، ایک یہ کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور دوسری یہ کہ اللہ کی عبادت اسی کے مشروع کردہ طریقے پر ہو''

ہم اللہ کی عبادت بدعات کے ذریعے نہ کریں، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا

''تو جسے بھی اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے'' (الکھف:110)

اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں حکم دیا کہ عمل، صالح یعنی سنت کے مطابق ہو، پھر یہ بھی حکم دیا کہ عمل کرنے والا خالصتاً اللہ ہی کے لئے عمل کرے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

''یہ دونوں باتیں مقبول عمل کے دو ارکان ہیں، ضروری ہے کہ عمل خالص اللہ کیلئے ہو اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق ہو'' (ابن کثیر 3/106)

اسی طرح کی بات قاضی عیاض رحمہ اللہ وغیرہ سے بھی مروی ہے۔

گزشتہ باتوں سے واضح ہے کہ کسی بھی باعثِ قرب الہی عمل کے صحیح ہونے کے لئے دو اساسی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، اور ان دونوں کا وجود بیک ہونا ضروری ہے، ایک کے بغیر دوسرے کے وجود کا اعتبار نہیں ہوسکتا۔

1. ان میں پہلی شرط ہے عبادت کا خالصتاً اللہ کے لئے ہونا۔
2. متابعت وپیروی کا صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہونا۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

فَاعۡبُدِ ٱللَّهَ مُخۡلِصٗا لَّهُ ٱلدِّينَ

''آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے'' (الزمر:2)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ

''اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر'' (القصص:77)

اور حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ

''میں تمام شرکاء میں سب سے زیادہ حصے سے بے نیاز ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ کسی اور کو شریک کر دیا تو میں اسے اور اس کے حصے کو چھوڑ دیتا ہوں'' (صحیح مسلم:7666)

شرک، ریاء اور عمل کے ذریعے دنیا طلبی کے ساتھ اخلاص کا وجود نہیں ہو سکتا، ضروری ہے کہ عمل کرنے والے کا اپنے عمل سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو۔

یہ گفتگو تو پہلی شرط سے متعلق ہوئی، جہاں تک دوسری شرط کی بات ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل جس سے قرب الٰہی مقصود ہو اس کی مشروعیت کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا'' (المائدہ:3)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے رفیق اعلیٰ کی طرف کوچ کرنے سے پہلے دین کو ہمارے لئے مکمل کر دیا، اس لئے اب دین کسی ایسے شخص کا محتاج نہیں جو اس میں کمی یا بیشی کرے۔

ایسی بہت سی نصوص ہیں جن میں اتباع کا حکم ہے اور بدعات و محدثات سے اجتناب کا حکم دیا

گیا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا

"یقینا تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر یقین کرتا ہو اور بکثرت اللہ تعالی کی یاد کرتا ہو"

(الاحزاب:21)

مزید ارشاد ہے: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

"اور تمہیں جو رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ" (الحشر:7)

اور فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا" (آل عمران:31)

جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

" تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا، ان کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور دین میں نئے نئے کام سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"

(سنن ابی داود:4607، سنن ابن ماجہ:24، سنن ترمذی:4607)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي

"میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑی ہیں جنہیں اگر تم تھام لو تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے" (الموطا2/ 898، الحاکم فی المستدرک وصححہ الالبانی فی صحیح الجامع: 2937)

نیز ارشاد ہے:

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے سلسلے میں ہمارا حکم موجود نہیں ہے تو وہ مردود ہے''

(صحیح مسلم:4590)

اللہ تعالی نے امت کو متحد و یکجا رہنے کا حکم دیا ہے اس طرح کہ اس یکجائی اور اتحاد کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوط تھامنا ہو۔

اور اللہ نے تفرقہ میں پڑنے سے منع فرمایا اور امت کو اس کی خطرناکیوں سے آگاہ فرمایا، اس مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اصول وفروع سے متعلق اپنے تمام نزاعی امور میں کتاب اللہ کو حکم (فیصل) بنائیں، اور ہمیں ایسی ہر بات سے دور رہنے کی تاکید کی گئی جو اختلاف وافتراق کا سبب بنے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

''اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو'' (آل عمران:103)

حبل اللہ سے مراد اللہ کا عہد ہے اور وہ جیسا کہ مفسرین کا قول ہے قرآن مجید ہے، اللہ تعالی نے ہمیں اجتماعیت کا حکم دیا اور اختلاف وانتشار سے منع فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

''اور تمہیں جو رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ'' (الحشر:7)

یہ حکم دین کے تمام اصول وفروع کو شامل ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، رسول اللہ ﷺ جو کچھ بھی دیں بندوں کے ذمے اس کو لینا اور اس کی پیروی کرنا لازم ہے، آپ کی مخالفت جائز نہیں، کسی چیز کے بارے میں حکم رسول کی وہی حثیت ہے جو حکم الہی کی ہے، کسی کے لئے اس کو ترک کر دینے کی اجازت نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ کسی اور کی بات کو اللہ کی بات پر مقدم کیا جائے۔

(اصول الایمان:294-295)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ

''اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہا مانو اور اس سے روگردانی مت کرو

سنتے جانتے ہوئے" (الانفال:20)

اللہ تعالی نے اختلاف و تنازع کے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف معاملہ کو لوٹانے کا حکم فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالی کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے" (النساء:59)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَطِيعُوا اللهَ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی پیروی کرو اور أَطِيعُوا الرَّسُولَ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ کی سنت کو اپناؤ اور اس کی پیروی کرو، اور اولی الامر کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ طاعت الہی سے متعلق ان کے احکامات پر عمل کرو، نہ کہ معصیت سے متعلق کیونکہ خالق کی معصیت کر کے کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"

فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ کے معنی ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف پھیرنا اور لوٹانا، یہ اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہے کہ دین کے اصول اور فروع میں سے کسی بھی چیز سے متعلق تنازع ہو تو اس متنازع فیہ مسئلہ کو کتاب و سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ (اصول الایمان ص 294)

جیسا کہ اللہ تعالی کا مزید ارشاد ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ

"اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالی ہی کی طرف ہے" (الشوری:10)

پس جس چیز کے بارے میں کتاب و سنت کا فیصلہ ہو جائے اور یہ دونوں جس کے صحیح ہونے کی گواہی دے دیں وہی حق ہے اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یعنی نزاعات اور لاعلمیوں کے سلسلے میں فیصلے کو کتاب وسنت کی طرف لوٹاؤ، اور جو کتاب وسنت کی طرف رجوع نہ کرے وہ گویا اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اختلاف وتفرقہ کی مذمت کی اور ان راستوں اور اسباب سے منع فرمایا جو اختلاف تک لے جائیں اور بتلایا کہ یہ دنیا اور آخرت میں رسوائی کے بڑے اسباب میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ، يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ

"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا، انہی لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے، جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ" (آل عمران:105۔106)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

تَبْيَضُّ وُجُوهُ اَہْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ اَہْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفُرْقَةِ

"اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید وروشن ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ اور کالے ہوں گے" (شرح اصول السنۃ للالکائی 27/1)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

"بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے" (الانعام:159)

جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اِفْتَرَقُوا عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً اِثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةِ

”سنو تم سے پہلے اہل کتاب بہتر فرقوں میں بٹ گئے، یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر فرقے جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی اور وہ جماعت (کے ساتھ رہنے والا) ہے“ (احمد وابوداود، السلسلۃ الصحیحۃ:1492 وصحیح الجامع:1082)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ آپ کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں جائے گا، جنت میں جانے والے فرقے کے بارے میں فرمایا: ”یہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر گامزن رہے“

گزشتہ امتوں کی ہلاکت کے اسباب میں سے افتراق واختلاف بھی ہے، خصوصاً اس کتاب کے سلسلے میں جو ان پر نازل کی گئی تھی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے ڈرایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ

”میں نے جن باتوں کے (کرنے یا نہیں کرنے) کے سلسلے میں چھوڑ رکھا ہے ان کے سلسلے میں تم بھی مجھے چھوڑے رکھو، کیونکہ تم سے پہلے کے لوگ کثرت سوال اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے تو جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تم اس سے اجتناب کرو اور جب کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرو“ (صحیح البخاری:7288، صحیح مسلم:1337)

افتراق واختلاف سے نجات کا راستہ فرقۂ ناجیہ منصورہ کے راستے کی اتباع ہے اور یہ فرقۂ ناجیہ ”جماعت“ ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے منہج کے مطابق چلنے والے ہیں، اعراض وانحراف بالکل نہیں کرتے، نجات کا راستہ قولاً وعملاً اور اعتقاداً سلف صالح کی اتباع ہے اور ان کی مخالفت اور ان سے علیحدگی اختیار کرنے سے بچنا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

”جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بھی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ

خود متوجہ ہوا اور جہنم میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے'' (النساء:115)
مومنین (جو کہ صحابہ اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہدایت یافتہ ائمہ ہیں) کے راستے کی پیروی ہی نجات کا راستہ ہے۔

اتباع تین امور کی بنیاد پر صحیح قرار پائے گی جو کہ گزشتہ نصوص سے سامنے آتے ہیں اور وہ تین امور یہ ہیں:

1. کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوط پکڑنا۔
2. کتاب وسنت کے سلسلے میں تفرقہ واختلاف سے بچنا۔
3. اتباع کتاب وسنت کا فہم سلف کے ساتھ مقید ہونا نہ کہ دوسروں کے فہم کے ساتھ۔

اتباع کے لوازم اور تقاضوں میں سے ہے کہ دین میں بدعت سازی سے بچا جائے، پیچھے کچھ وہ نصوص گزر چکی ہیں جو اتباع کو لازم پکڑنے اور بدعات کو اختیار کرنے سے گریز کرنے کے حکم پر مشتمل ہیں، نبی ﷺ نے اپنی سنت کو تھامے رکھنے والوں کو عظیم ترین بشارت سنائی ہے، یہ بشارت اس سب سے بڑے مقصود کے حصول سے متعلق ہے جو کسی مومن کے پیش نظر ہو سکتا ہے اور جس کو حاصل کرنے کے لئے ہر وہ شخص کوشاں ہوتا ہے جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہو اور وہ مقصود ہے جنت کا حصول اور جہنم سے نجات، نبی ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، لوگوں نے پوچھا انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا'' (صحیح بخاری: 7280)

آپ ﷺ کے حکم کی مخالفت سے بڑھ کر اور کونسی بات سنت کا انکار ٹھہر سکتی ہے؟ اور وہ اس طرح کہ دین میں نئی باتیں پیدا کی جائیں اور بدعت ایجاد کی جائے۔ (اصول الایمان ص296)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالسَّبِيلِ وَالسُّنَّةِ فَإِنَّه لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ عَلَى سَبِيلٍ وَسُنَّةٍ ذَكَرَ الرَّحْمَانَ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ أَبَدًا، وَإِنَّ اِقْتِصَادًا فِي سَبِيلٍ وَسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ اجْتِهَادٍ فِي خِلَافِ سَبِيلٍ وَسُنَّةٍ

''طریقے اور سنت کو لازم پکڑو، اس لئے کہ جو بندہ بھی سنت اور طریقے کو اختیار

کر کے رحمن کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں اللہ تعالی کی خشیت سے بہہ پڑیں، تو اسے آگ چھو نہیں سکتی، سنت اور خیر میں میانہ روی کے ساتھ چلنا اختلاف اور بدعت کی راہ میں کوشش و محنت صرف کرنے سے بہتر ہے"

بے شک جو بھی نصوص کتاب وسنت پر غور کرے گا وہ پائے گا کہ دین میں بدعات حرام ہیں اور اس اور اُس بدعت کے درمیان کسی فرق کے بغیر اپنے ایجاد و اختیار کرنے والے پر مردود ہیں، یہ اور بات ہے کہ بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے حرمت کے درجات میں فرق ہوگا۔

اسی لئے نبی ﷺ سے بدعت کی ممانعت مطلق طور پر آئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

"اور دین میں نئے نئے کام سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے" (سنن ابی داؤد:4607، سنن ابن ماجہ:24، سنن ترمذی:4607)

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

"جس نے ہمارے اس دین میں ایسی بات ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے" (صحیح بخاری: 2697، صحیح مسلم:1718)

حدیث دلالت کر رہی ہے کہ دین میں پیدا کی گئی ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور مردود ہے۔

مطلب یہ کہ عبادات واعتقادات میں ہر قسم کی بدعت حرام ہیں، ہاں بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے حرمت کی نوعیت بھی مختلف ہوگی، بعض بدعتیں کفر صریح ہیں، بعض شرک کے وسائل کی حیثیت رکھتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو فسق ومعصیت کے درجے میں آتی ہیں۔

انحراف وضلالت کے شکار ہونے والوں کے راستوں پر غور کرنے والا پائے گا کہ ان کا راستہ اہل ہدایت کے راستے کے برعکس ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ

"وہی اللہ تعالی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل

کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کے مراد کی جستجو کے لئے'' (آل عمران:7)

اور صحیح روایت کے الفاظ ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ کے پیچھے پڑتے ہوں تو (جان لو کہ) یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام لیا ہے، پس ان سے بچ کر رہو'' (صحیح بخاری:4273 صحیح مسلم:6946)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ

''بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں'' (الأنعام:159)

اور ارشاد ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ

''اور دوسری راہوں پر مت چلو وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی'' (الانعام :153)

اہل انحراف وضلالت کی اہم علامتیں اور پہچان کچھ اس طرح ہیں:

1. افتراق وگروہ بندی جس کی طرف اللہ تعالی نے تنبیہ فرمائی ہے "إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ"
2. متشابہ کی پیروی: "فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ"
3. خواہشات کی پیروی: "فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے'' (الفرقان:43)

4. قرآن کے ذریعہ سنت کا معارضہ (دونوں میں ٹکراؤ پیدا کرنا)
5. اہل الحدیث سے بغض ونفرت۔

6. اہل سنت کے لئے برے القاب کا استعمال۔
7. مذہب سلف اختیار کرنے سے گریز۔
8. بغیر دلیل کے مخالفین کی تکفیر۔
9. ایسے مقام پر اجمال سے کام لینا جہاں تفصیل و وضاحت کی ضرورت ہو اور ایسی چیز پر قیاس کرنا جس پر قیاس کرنا صحیح نہ ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقہ کے سلسلے میں گفتگو کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ان دونوں اصولوں سے اجتناب کرے، مجمل سے اور قیاس سے"

انہوں نے مزید کہا:

"لوگ اکثر تاویل اور قیاس کے راستے سے ہی غلطی میں پڑتے ہیں"

(القواعد النورانیۃ لابن قیم :2/ 437)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فقہ کے سلسلے میں جن دو اصولوں سے بچنے کی بات کہی ہے ان سے عقیدہ کے باب میں بدرجہ اولی بچنا ثابت ہوتا ہے۔

منہج سلف سے متعلق بعض قواعد واصول

1۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق قاعدہ:

معروف سے مراد تمام طاعتیں ہیں، سب سے بڑی طاعت صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا، عبادت کو اسی کے لئے خالص کرنا اور دوسروں کی عبادت کو ترک کر دینا ہے، دوسری طاعات خواہ واجب ہوں یا مستحب کا نمبر اس کے بعد ہے۔

منکر وہ تمام چیزیں ہیں جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے، تمام معاصی اور بدعات منکر ہیں، اور سب سے بڑا منکر اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت پر فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں، اگر بقدر کفایت لوگ اس فریضے کو انجام دے لیتے ہیں تو باقی لوگوں سے گناہ ساقط ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے کھڑا نہ ہو تو سارے لوگ گناہ گار ہوں گے۔

(الامر بالمعروف والنہی عن المنکر لابن تیمیہ ص 14 وما بعد)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

”تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے، نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں“ (آل عمران:104)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے اس کے لئے ضروری ہے کہ اسے اس چیز کا علم ہو جس کا وہ حکم دے رہا ہے، اسی طرح وہ اُس چیز سے بھی آگاہ ہو جس سے منع کر رہا ہو، امر ونہی کے سلسلے میں نرمی کی روش پر گامزن ہو اور بردباری وحلم کے زیور سے آراستہ ہو، امر سے پہلے علم ہے اور امر کے ساتھ نرمی وبردباری ہے، اگر وہ عالم نہ ہو تو اسے اس چیز کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے جس کا اسے علم نہیں ہے“

آدمی اگر عالم ہو اور رفیق و نرم خو نہ ہو تو اس کی مثال اس ڈاکٹر کی ہے، جس میں نرمی نہ ہو پس وہ مریض پر ایسی سختی کرے گا جسے مریض قبول نہیں کرے گا اور اس کی مثال اس سخت گیر مؤدب و معلم کی ہے جس کی تادیب و تعلیم کو لڑکا قبول نہیں کرتا۔

اللہ تعالی نے حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام سے فرمایا:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى

"اسے نرمی سے سمجھائیں تاکہ وہ سمجھ لے یا ڈر جائے" (طہ:44)

پھر جو شخص بھی امر اور نہی کا فریضہ انجام دے گا اسے لامحالہ تکلیف و ایذاء کا سامنا کرنا پڑے گا، اب اس پر لازم ہے کہ وہ صبر و بردباری کا مظاہرہ کرے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

"اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے روکنا اور جو مصیبت تم پر آجائے صبر کرنا (یقین مانو) کہ یہ بڑی تاکیدی کاموں میں سے ہے" (لقمان:17)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر انجام دینے والے کیلئے ضروری ہے کہ اس کا امر و نہی اللہ کے لئے ہو، اس کا مقصد اللہ تعالی کی اطاعت ہو اور اس کا مقصود و مطلوب مامور (جس کو حکم دیا جارہا ہے) کی بھلائی اور اس پر حجت پوری کرنا ہو، اس کا مقصود اپنے لئے اور اپنے گروہ کے لئے سرداری کا حصول یا دوسروں کی تنقیص و تحقیر نہ ہو۔

دین کی اصل اور بنیاد یہ ہے کہ محبت اللہ کے لئے ہو، نفرت بھی اللہ کے لئے ہو، دوستی بھی اللہ کے لئے اور دشمنی بھی اللہ کے لئے ہو، عبادت بھی اللہ کیلئے ہو اور استعانت بھی اسی کے ساتھ خاص ہو، خوف اللہ ہی سے ہو اور امید بھی اسی سے ہو، دینا بھی اللہ کیلئے ہو اور روکنا بھی اللہ کیلئے ہو، اور ایسا رسول اللہ کی پیروی کے ذریعہ ہو سکتا ہے جن کا امر اللہ کا امر ہے اور جن کی نہی اللہ کی نہی ہے، جن سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے، جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور جن کی معصیت اللہ تعالی کی معصیت ہے"

2. عبادات سے متعلق قاعدہ:

عبادات کی بنیاد توقیف پر ہے، اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا حکم دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُم

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا" (آل عمران:31)

اور فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

"اور جو اللہ تعالی کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے" (النساء:13)

صحیحین میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت آئی ہے کہ انہوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا:

إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

"بے شک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع، اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہیں دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہیں دیتا"

(صحیح بخاری:2697، صحیح مسلم:1718)

سلف میں سے کسی کا قول گزر چکا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"پیروی کرو، بدعت اختیار نہ کرو، تمہارے لئے ایسا کرنا کافی ہوجائے گا"

اسی طرح یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ قبولیت عمل کی شرطوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پیروی صرف رسول اللہ ﷺ کی جائے۔

قرآن وسنت میں بکثرت ایسی نصوص موجود ہیں جن میں اللہ تعالی کی اطاعت اور رسول اللہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے، لہذا کسی کے

لیے جائز نہیں کہ وہ ان باتوں سے باہر نکلے جو سنت میں گزر چکی ہیں، جن پر کتاب وسنت کی دلیل قائم ہو چکی ہے اور جن پر امت کے سلف قائم اور گامزن تھے۔

3. دین کا مدار علم نافع اور عمل صالح پر ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بھلائی دو باتوں میں منحصر ہے، علم نافع میں اور عمل صالح میں اور اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو افضل ترین چیزوں کے ساتھ مبعوث فرمایا اور وہ ہیں ھدی اور دین حق تاکہ دین کو تمام ادیان پر غالب کردے... ہدایت سے مراد علم نافع ہے اور دین حق سے مراد عمل صالح ہے...''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''سلف صالح کے متبعین اہل سنت والجماعت دین سے متعلق کسی مسئلہ میں گفتگو کتاب وسنت کی اتباع کرتے ہوئے اس چیز کے دائرے میں رہ کر کرتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ لے کر آئے، جہاںتک اہل بدعت کی بات ہے تو وہ کتاب وسنت اور آثار سلف پر اعتماد نہیں کرتے، ان کا اعتماد عقل، زبان اور فلسفہ پر ہوتا ہے''

4. مفاسد کو دور کرنا مصالح کے حصول سے مقدم ہے:

اس قاعدے کے دلائل حسب ذیل ہیں:

1. اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

''اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کے علاوہ عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے'' (الأنعام:108)

اللہ تعالی نے مشرکین کے معبودوں کو برا کہنے سے منع فرمادیا حالانکہ ان کی برائی کرنا اللہ کیلئے غصہ وحمیت کرنا اور ان معبودوں کی اہانت کا ذریعہ ہے، لیکن چونکہ یہ عمل مشرکین کی طرف سے اللہ کی شان میں گستاخی کا سبب تھا اس لیے اس سے منع کردیا گیا، اللہ تعالی کی شان میں گستاخی سے بچنے کی مصلحت معبودان باطلہ کی تنقیص وبرائی کی مصلحت سے راجح ہے۔

2. سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ

''اے عائشہ اگر تمہاری قوم کے قبول اسلام کا زمانہ نیا نیا نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ خانہ کعبہ کو منہدم کر دیا جائے پھر میں اس میں وہ حصہ داخل کر دیتا جو اس میں سے باہر رہ گیا ہے (یعنی حطیم کا حصہ)'' (صحیح بخاری:1586)

اس حدیث میں اس قاعدہ کیلئے واضح دلیل موجود ہے، نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرنے سے اس لئے پرہیز کیا کہ آپ کو اس سے مفسدہ اور برائی کا خدشہ تھا، اور وہ برائی لوگوں کا اسلام سے متنفر ہونا یا اسلام سے مرتد ہوجانا تھا، نبی ﷺ نے مصلحت کے حصول پر مفسدہ کو دور کرنے کو مقدم فرمایا۔

3. نبی ﷺ منافقین کے قتل سے باوجودیکہ وہ ایک مصلحت تھا اس لئے گریز فرماتے رہے کہ کہیں اس کی وجہ سے لوگ اسلام سے متنفر نہ ہوجائیں اور یہ نہ کہنے لگ جائیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

4. نبی ﷺ نے امراء کو جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں قتل کرنے اور ان کے خلاف خروج کرنے سے منع فرمادیا اگرچہ کہ وہ ظالم ہوں، تاکہ فساد عظیم اور شر کثیر کا سد باب ہوسکے، اس لئے کہ امراء سے قتال اور ان کے خلاف خروج سے جو برائیاں ظاہر ہوئیں وہ ان کی برائیوں سے کئی کئی گنا بڑھ کر ہیں، امت اب تک ان کا خمیازہ بھگتتی آرہی ہے۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا:

إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخَرَ مِنْهُمَا

''جب دو خلفاء کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو'' (صحیح مسلم:1480)

اس فرمان سے مقصود فتنہ کا دروازہ بند کرنا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس قاعدہ سے متعلق کچھ ذیلی اور فروعی باتیں ذکر کرنے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''اس (قاعدہ) کی مثالوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے ہے کہ جماعت کو لازم پکڑا جائے، حکمرانوں سے قتال نہ کیا جائے اور فتنہ میں لڑائی سے گریز کیا جائے...''

مصالح اور مفاسد کی مقدار کی تعیین شریعت کے ترازو سے ہوگا، اس قاعدہ کی بنیاد پر اگر کسی فرد

یا جماعت نے معروف ومنکر کو اس طرح یکجا اور جمع کرلیا ہو کہ وہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے ہوں اور صورتحال یہ ہو کہ اگر وہ اختیار کریں تو دونوں کو اور ترک کریں تو دونوں کو ترک کریں، تو ایسی صورت میں آزادانہ طور پر انہیں معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا درست نہیں ہوگا بلکہ یہاں غور وفکر کی ضرورت ہوگی، اگر معروف اور بھلائی کا پہلو غالب ہے تو اس کا حکم دیا جائے گا گوکہ اس کے ساتھ کمتر درجہ کا منکر قبول کرلینا لازم آئے، اور منکر سے روکنا اس وقت درست نہیں ہوگا جب اس کی وجہ سے اس سے عظیم تر معروف وبھلائی کا فوت ہونا لازم آئے، اس لئے کہ یہاں برائی سے روکنا گویا اللہ کے راستے سے روکنے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو ختم کرنے اور حسنات کی بجا آوری کو ختم کرنے کی طرح ہوجائے گا۔

اور اگر منکر کا پہلو غالب ہے تو اس سے روکا جائے گا اگرچہ اس کی وجہ سے کسی کمتر درجے کے معروف کا فوت ہونا لازم آئے، یہاں اس معروف کا جو کہ منکر کو مستلزم ہے حکم دینا ایک منکر بات ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت شمار ہوگا۔

اگر ایک دوسرے کے ساتھ لگے دو معروف ومنکر برابر کی سطح کے ہوں تو امر ونہی سے گریز کیا جائے گا، کبھی امر بالمعروف درست ہوگا، کبھی نہی مناسب ہوگی اور کبھی امر ونہی دونوں ہی باتیں مناسب نہ ہوں گی،

5. احکام خواہ اصولی ہوں یا فروعی ان کی تنفیذ وتکمیل دو باتوں کے ساتھ ہی ممکن ہے۔

۱۔ شرائط کا پایا جانا اور ۲۔ موانع اور رکاوٹوں کا نہ ہونا۔

شریعت کے تمام احکامات کے سلسلے میں خواہ وہ اصولی ہوں یا فروعی یہ ایک عظیم اصول اور قاعدہ ہے، شرائط کا وجود اور موانع کا نہ ہونا بیک وقت ضروری ہے، اگر شرط موجود ہے لیکن اس کے ساتھ کسی مانع کا وجود بھی ہے تو حکم لگانا درست نہیں ہوگا، اس کی مثالوں میں سے حرام امور کا ارتکاب کرنے والوں کے سلسلے میں وعید پر مشتمل آیات ہیں، یہ لوگ نصوص سے ثابت شدہ وعید کے مستحق اور اہل ہوں گے، لیکن ممکن ہے یہاں کوئی مانع وجود میں آجائے جو عقاب سے بچنے کا ذریعہ ہو جیسے توبہ ہے، مؤمنین کا ان کے لئے مغفرت طلب کرنا ہے، مصائب ہیں اور دوسرے وہ امور جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔

اس کی ایک مثال نماز ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لئے اس کی شرط یعنی طہارت کا پایا جانا ضروری ہے، اب جو شخص بغیر طہارت کے نماز ادا کرنا چاہے اس کی نماز شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے درست

نہیں ہو گی۔

کسی کی تکفیر، کسی کو بدعتی ٹھہرانے اور کسی کو فاسق کہنے کا عمل بھی اسی اصول سے جڑا ہوا ہے، یہ وہ احکامات ہیں جن کے سلسلے میں اس وقت فتنہ و آزمائش حد سے سوا ہے، اس بارے میں عقلیں اڑ گئیں ہیں، اختلاف کی کثرت اور آراء اور خواہشات کی بہتات ہے۔

منہج سلف پر چلنے والے اہل سنت والجماعت کے افراد کا موقف اہل بدعت اور فاسد عقیدہ کے حامل لوگوں کی تکفیر کے سلسلے میں تفصیل کا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے کے سارے اہل بدعت ایک درجے میں نہیں ہیں:

ان میں بعض وہ ہیں جن کی تکفیر قطعی ہے جیسے وہ شخص جو ایسی بات کہے یا ایسا عمل کرے جو موجب کفر ہے اور اس کے حق میں تکفیر کی شرطیں پائی جائیں اور موانع بھی موجود نہ ہوں۔

اور بعض وہ ہیں جن پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اس لئے کہ اس کے حق میں ان باتوں کا وجود نہیں ہے۔

پھر اہل بدعت اور اہل تکفیر کی تکفیر کے سلسلے میں گفتگو کی بنیاد دو عظیم اصولوں پر ہے:

1. کتاب وسنت سے اس بات کی دلیل کا پایا جانا کہ جس پر کفر کا حکم لگایا جارہا ہے اس سے صادر ہونے والا قول یا فعل واقعی کفر کا موجب اور سبب ہے۔

2. اس حکم کا معین اور خاص قائل یا عامل پر منطبق ہونا اور فٹ بیٹھنا، اس طرح کہ اس کے حق میں تکفیر کی شرطیں پائی جائیں اور موانع کا نہ ہونا ثابت ہوجائے۔

یہی دونوں اصول اس وقت بھی منطبق ہوں گے جب کہ کسی پر بدعتی ہونے یا فاسق ہونے کا حکم لگایا جائے گا، یعنی کتاب وسنت سے متعلقہ فرد سے صادر ہونے والے قول وفعل کے بدعت ہونے کی دلیل پائی جائے، اور اس متعین فرد کے حق میں جس کی طرف قول یا عمل کی نسبت ہے بدعتی ٹھہرانے کی شرطیں پائی جائیں اور موانع کا وجود بھی نہ ہو۔

اہل بدعت کے سلسلے میں سلف صالح کا موقف

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

''جس نے ہمارے اس دین میں ایسی بات ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے'' (صحیح بخاری: 2697، صحیح مسلم:1718)

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے سلسلے میں ہمارا حکم موجود نہیں ہے تو وہ مردود ہے'' (صحیح مسلم:4590)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ أَعْطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ

''جس نے اللہ کے لئے محبت کی، اللہ کے لئے بغض رکھا، اللہ کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے روک لیا اس نے ایمان کو مکمل کرلیا'' (ابوداؤد: 4681، "السلسلۃ الصحیحۃ" 1 / 657)

اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلاَّ كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لاَ يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لاَ يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ

''مجھ سے پہلے اللہ تعالی نے جو نبی بھی بھیجا، اس کے اس کی امت میں سے خاص مددگار اور ساتھی ہوتے جو اس کی سنت پر عمل اور اس کے حکم کی پیروی کرتے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہیں اور کرتے وہ کام تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا، پس جو شخص ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے، جو شخص ان سے زبان سے جہاد کرے گا، وہ مومن ہے اور جو شخص ان

سے دل کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے، اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا درجہ نہیں'' (صحیح مسلم:188)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الأَحْلَامِ يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی، نوجوان اور کم عقلوں کی، یہ لوگ بہترین کلام (قرآن) پڑھیں گے، لیکن یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے، جب تمہارا ان سے مڈبھیڑ ہو تو انہیں قتل کرو، کیونکہ ان کا قتل قیامت کے دن اس شخص کے لئے باعث اجر ہوگا جو انہیں قتل کرے گا'' (صحیح مسلم:2511)

مراد اس حدیث میں خوارج ہیں، ان سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ معرکۂ نہروان میں قتال کیا۔

گزشتہ نصوص اور ان کی ہم معنی دوسری نصوص کی وجہ سے ائمہ سلف نے بدعت اور اہل بدعت سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے، ان کی کتابیں اور تالیفات بدعت اور اہل بدعت کی تردید سے بھری پڑی ہیں۔

1. امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یحیی بن یعمر اور حمید بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ یحیی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا ''ہماری طرف کچھ ایسے لوگ ظاہر ہو گئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم کی تلاش میں رہتے ہیں (اور مزید دوسری باتیں بھی ان کی بتلائیں) لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے، معاملہ ناگہاں اور یکدم پیش آجاتا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

فَإِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ

''جب تمہاری ملاقات ان لوگوں سے ہو تو انہیں بتلانا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ لوگ مجھ بری اور بے تعلق ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کی عبد اللہ قسم کھایا کرتا

ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اسے خرچ کر دے تو اللہ اس سے قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے..." (صحیح مسلم:102)

2. سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَأَصْحَابَ الرَّأْيِ فَإِنَّهُمْ أَعْدَاءُ السُّنَنِ أَعْيَتْهُمُ الْأَحَادِيثُ أَنْ يَحْفَظُوهَا فَقَالُوا بِالرَّأْيِ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا

"اہل الرائے سے بچو، کیونکہ وہ سنت کے دشمن ہیں، وہ احادیث یاد کرنے سے عاجز رہ گئے تو اپنی رائے سے بات کی، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا"

(أخرجه اللالكائي في اعتقاد أهل السنة (1 / 123، رقم 201)، والدارقطني (4/146)

3. امام دارمی اور امام لالکائی اور دوسرے لوگوں نے روایت کیا ہے کہ ابو قلابہ رحمہ اللہ نے کہا:

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً قَطُّ إِلَّا اسْتَحَلُّوا بِهَا السَّيْفَ

"جس قوم نے بھی بدعت ایجاد کی اس نے تلوار کو حلال کرلیا"۔ (مصنف عبدالرزاق:8660)

4. امام ایوب السختیانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

أَهْلُ الْأَهْوَاءِ كُلُّهُمْ خَوَارِجُ، إِنَّ الْخَوَارِجَ اخْتَلَفُوا فِي الْاسْمِ وَاجْتَمَعُوا عَلَى السَّيْفِ.

"اہل اہواء سارے کے سارے خوارج ہیں، خوارج نے نام کے سلسلے میں اختلاف کیا لیکن تلوار پر متفق ہو گئے" (اللالکائی:290)

5. امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

اَلْبِدْعَةُ أَحَبُّ إِلَى إِبْلِيسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، الْمَعْصِيَةُ يُتَابُ مِنْهَا، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا

"ابلیس کو معصیت سے زیادہ بدعت محبوب ہے، معصیت سے توبہ کی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی" (رواہ اللالکائی:238)

6. امام قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:

يَا أَحْوَلُ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا ابْتَدَعَ بِدْعَةً يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُذْكَرَ حَتّٰى تُحْذَرَ

''اے احول! آدمی جب کوئی بدعت ایجاد کرے تو مناسب ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے تا کہ اس سے بچا جا سکے'' (اللالکائی:256)

7. حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

أَهْلُ الْهَوٰى بِمَنْزِلَةِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى

''اہل اہواء یہود و نصاریٰ کے درجے میں ہیں'' (یعنی بدعات کو تھامنے اور سنتوں کو چھوڑنے کی روش میں یہ معنی نہیں کہ وہ اہل کتاب کی طرح کافر ہیں) (اللالکائی:233)

8. عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا:

إِذَا رَأَيْتَ قَوْمًا يَتَنَاجَوْنَ فِي دِينِهِمْ بِشَيْءٍ دُوْنَ الْعَامَّةِ فَاعْلَمْ أَنَّهُمْ عَلٰى تَأْسِيسِ ضَلَالَةٍ

''جب تم کسی قوم کو دیکھو کہ وہ اپنے دین کے سلسلے میں کسی بات کو موضوع گفتگو بنا رہی جس کا عوام سے تعلق نہیں تو سمجھ لو کہ وہ گمراہی کی بنیاد قائم کر رہی ہے'' (اللالکائی:251)

9. سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

مَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ مِنَ الْإِسْلَامِ أَشَدَّ فَرَحًا بِأَنَّ قَلْبِي لَمْ يَدْخُلْهُ شَيْءٌ مِنْ هٰذِهِ الْأَهْوَاءِ

''میں اسلام کے حوالے سے کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوا جتنی خوشی مجھے اس بات سے ہوئی کہ میرے دل میں ان خواہشات میں سے کوئی چیز داخل نہیں ہوئی''

(اللالکائی:227)

10. سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

يَجِيءُ قَوْمٌ يَتْرُكُوْنَ مِنَ السُّنَّةِ مِثْلَ هٰذَا يَعْنِي مِفْصَلَ الْأَنْمُلَةِ، فَإِنْ تَرَكْتُمُوْهُمْ جَاءُوْا بِالطَّامَّةِ الْكُبْرٰى

''ایک جماعت آئے گی جو انگلی کے جوڑ کے برابر سنت چھوڑ دے گی، اگر تم نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ بڑی آفت لے کر آئے گی'' (ابن بطہ:194)

ائمہ سلف نے اہل بدعت وضلالت پر رد کرنے پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ لوگوں کو ان کی ہم نشینی

اختیار کرنے اور ان کی باتوں کو سننے سے منع فرمایا:

امام دارمی اور ابن بطہ نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے:

لَا تُجَالِسُوْا أَهْلَ الْأَهْوَاءِ، وَلَا تُجَادِلُوْهُمْ وَلَاتَسْمَعُوْا مِنْهُمْ

''اہل اہواء کی مجلسوں میں نہ بیٹھو، ان سے بحث نہ کرو اور نہ ہی ان کی باتیں سنو'' (اللالکائی: 240، الدارمی: 470، وابن بطۃ فی الإبانۃ 1/40)

امام آجری اور امام لالکائی نے انہی کے بارے میں نقل فرمایا کہ:

''ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، اے ابوسعید! میں آپ سے بحث کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے فرمایا: مجھ سے دور ہٹو، میں نے اپنے دین کو جان لیا ہے، تم سے وہ شخص بحث ومناظرہ کرے گا جو اپنے دین کے سلسلے میں شک میں پڑا ہوا ہو'' (اللالکائی: 215)

اسماعیل بن خارجہ کہتے ہیں کہ:

''اہل بدعت میں سے دو آدمی محمد بن سیرین کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابوبکر ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں؟ فرمایا: نہیں، ان دونوں نے کہا: پھر ہم کتاب اللہ کی کوئی آیت پڑھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں، اور فرمایا: یا تو تم دونوں میرے پاس سے چلے جاؤ یا میں اٹھ جاتا ہوں، وہ دونوں اٹھے اور چلے گئے، تو لوگوں میں سے کسی نے کہا: آپ کے لئے اس میں کیا حرج کی بات تھی کہ آپ کے سامنے کوئی آیت پڑھی جاتی؟ ابن سیرین نے فرمایا: میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ وہ دونوں کوئی آیت پڑھیں اور اس میں تحریف کریں اور وہ میرے دل میں بیٹھ جائے'' (اللالکائی: 242)

عبداللہ بن امام احمد نے ''السنہ'' میں ابو قلابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''اہل بدعت کی مجلسوں میں نہ بیٹھو، ان سے میل جول نہ رکھو، مجھے خدشہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں اپنی گمراہی میں نہ ڈبو دیں اور بہت سی ان باتوں کے سلسلے میں تمہیں شبہ میں ڈال دیں جنہیں تم جانتے ہو'' (اللالکائی: 242، وابن وضاح ص 53، والآجری 1/57، وابن بطۃ فی الإبانۃ 1/40)

یہ بعض احادیث نبویہ اور دیانت وتقوی اور زہد وورع رکھنے والے سلف کے کچھ اقوال ہیں، اس سے پہلے اتباع کے حکم اور ابتداع کی ممانعت سے متعلق نصوص گزر چکی ہیں، ان سب سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اہل بدعت پر طعن کرنا اور لوگوں کو ان کے احوال سے آگاہ کرنا نہ صرف جائز ہے، بلکہ یہ ان واجبات دین میں سے ہے جن کے بغیر دین قائم نہیں رہ سکتا۔

یہ جہاد فی سبیل اللہ کے باب سے ہے، جو شرف ومقام، اور مقصد کی شرافت وعظمت میں دشمنوں کے ساتھ تلوار سے جہاد کرنے کے برابر ہے بلکہ اس پر فضیلت رکھنے والا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اور جیسے وہ ائمہ بدعت ہیں جو کتاب وسنت کے برخلاف اقوال وعبادات کے حامل ہیں، ان کے حالات بیان کرنا اور امت کو ان سے خبردار کرنا باتفاق مسلمین واجب ہے یہاںتک کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ہے جو روزہ رکھتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے اور ایک آدمی ہے جو اہل بدعت کے سلسلے میں کلام کرتا ہے دونوں میں آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی جب قیام کرتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے تو اپنی ذات کے لیے کرتا ہے اور جو اہل بدعت کے سلسلے میں کلام کرتا ہے وہ مسلمانوں کے لئے کرتا ہے لہذا یہ شخص افضل ہے۔

امام احمد نے واضح فرمادیا کہ اس شخص کا نفع دین کے سلسلے میں مسلمانوں کے لئے عام ہے، جہاد فی سبیل اللہ کی طرح، کیونکہ اللہ کے راستے، اس کے دین، اس کے منہاج اور اس کی شریعت کو پاک کرنا اور بدعتیوں کی زیادتی اور سرکشی سے اس کی حفاظت کرنا فرض کفایہ ہے، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، اگر ایسے شخص کا وجود نہ ہو جسے اللہ تعالی ان لوگوں کے ضرر کو دور کرنے کیلئے کھڑا فرمائے تو دین کی شکل وصورت بگڑ کر رہ جائے، اس کا بگاڑ اس بگاڑ سے بڑھ کر ہوگا جو کافر حربی دشمنوں کے غلبہ سے پیش آئے گا، اس لئے کہ اگر یہ حربی غالب آجائیں تو یہ دل اور دلوں میں موجود دین کے بگاڑ کا سبب بالواسطہ ہوں گے جبکہ بدعتی لوگ دلوں کے بگاڑ کا سبب پہلے ہی مرحلے میں بلاواسطہ بنتے ہیں'' (مجموع الفتاوی 28/231-232)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے:

''جب کوئی بدعتی ایسے عقائد کی دعوت دے جو کتاب وسنت کے مخالف ہوں اور اس بات کا خدشہ ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کردے گا تو لوگوں کے سامنے اس کے معاملے کو کھول دیا جائے گا تاکہ وہ اس کی گمراہی سے بچ جائیں اور اس کے حال سے واقف ہوجائیں، اور ضروری ہے کہ یہ عمل نصح وخیر خواہی کی بنیاد پر اور اللہ تعالی کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہو، نہ کہ آدمی کی ایسی خواہش کی تکمیل کے لئے جس

کا تعلق اُس شخص کی ذات سے ہو، جیسے دونوں کے درمیان دنیوی دشمنی ہو، یا حسد وبغض قائم ہو، یا اس سے سرداری کے سلسلے میں اس کے ساتھ اس کی کشمکش ہو تو وہ ظاہرا خیر خواہی کی زبان میں اپنے چھپے بغض کا اظہار کرے اور اپنا بدلہ چکائے، یہ تو شیطانی عمل ہے'' (مجموع الفتاوی 221/28)

پس سلف صالح اور ان کے منہج پر چلنے والوں کا بدعت اور اہل بدعت کی مذمت اور ان سے ہوشیار وخبردار کرنے پر اجماع ہے، اور ان کا یہ عمل کتاب وسنت کی اتباع میں ہے لہذا اس بارے میں ان کی پیروی کرنا ضروری ہے۔

مخالف پر رد کرنے کے سلسلے میں سلف کا منہج

مخالف پر رد کرنا ائمہ سلف کے نزدیک طے شدہ باتوں میں سے ہے، مخالف اہل سنت میں سے ہو یا اہل بدعت میں سے اور اختلاف خواہ کسی فقہی مسئلہ سے متعلق ہو یا عقیدہ سے متعلق کسی معاملہ کے بارے میں۔

مخالف پر رد کرتے وقت ضروری نہیں کہ اس کی خوبیوں کا بھی ذکر کیا جائے یا خوبیوں اور خرابیوں کے درمیان موازنہ کیا جائے، اللہ تعالی نے مومنین کی تعریف فرمائی لیکن ان کی خامیوں کا ذکر نہیں فرمایا اور کافرین، منافقین اور فاسقین کی مذمت فرمائی لیکن ان کی خوبیوں کا ذکر نہیں کیا، اور نبی ﷺ نے اپنی امت کو اہل الاھواء سے ڈرایا لیکن آپ ﷺ نے ان کے اندر موجود اچھائیوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

اسی طرح نبی ﷺ نے متعین افراد واشخاص کے عیوب کا ذکر کیا لیکن آپ نے ان کے محاسن اور خوبیوں کا ذکر نہیں فرمایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ

"وہی اللہ تعالی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں، پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کے مراد کی جستجو کے لئے" (آل عمران:7)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللهُ فَاحْذَرُوهُمْ

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ کے پیچھے پڑتے ہوں تو (جان لو کہ) یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام لیا ہے، پس ان سے بچ کر رہو" (صحیح بخاری:4273، صحیح مسلم:6946)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ مَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ

"آخری زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تم سے وہ احادیث بیان کریں گے جنہیں تم نے اور تمہارے آباء نے نہیں سنا ہوگا، تو تم ان سے بچنا اور وہ تم سے دور رہیں" (مقدمہ مسلم:15)

یہ بات تو معلوم ہے کہ اہل بدعت بھی کچھ خوبیوں کے مالک ضرور ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کی خوبیوں کو لائق التفات و توجہ نہیں سمجھا، نہ ہی ان کا ذکر فرمایا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ ان کی خوبیوں سے استفادہ کرنا۔

امام بغوی رحمہ اللہ ان دونوں حدیثوں کی شرح میں فرماتے ہیں:

"نبی ﷺ نے اس امت کے فرقوں میں بٹ جانے اور اس میں اہل بدعت کے ظاہر ہونے کی خبر دی اور ان لوگوں کے سلسلے میں نجات کا فیصلہ فرمایا جو آپ کی سنت پر چلیں اور آپ ﷺ کے صحابہ کے طریقے کی پیروی کریں، تو ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ جب وہ کسی شخص کو عقیدہ سے متعلق خواہش اور بدعت کے پیچھے پڑتے ہوئے دیکھے یا کسی سنت کے سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پائے تو اس سے قطع تعلق کر لے، اس سے براءت کا اظہار کرے اور زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں اسے چھوڑ دے، ملاقات ہو تو اس کو سلام نہ کرے، سلام کرے تو جواب نہ دے، یہاںتک کہ وہ اپنی بدعت کو ترک کر دے اور حق کی طرف رجوع کر لے۔ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کی ممانعت معاشرت و تعلق سے متعلق حقوق میں کوتاہی اور تقصیر کے بارے میں ہے نہ کہ دین کے حق کے سلسلے میں، اس لئے کہ اہل بدعت سے قطع تعلق ہمیشہ کیلئے ہوگی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں"

یہ باتیں تو اہل بدعت سے ڈرانے سے متعلق ہوئیں، جہاںتک نبی ﷺ کا متعین افراد کے عیوب کا ان کے محاسن کا ذکر کیے بغیر ذکر کرنے کی بات ہے تو:

1. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے اجازت طلب کی، جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا:

"یہ قبیلے کا یا برادری کا برا فرد ہے" (صحیح بخاری:6054)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس شخص کی غیبت کے جائز ہونے کی دلیل ہے جو علانیہ فسق یا فحش یا اسی طرح کی برائی کا مرتکب ہو جیسے ظلم کے ساتھ فیصلہ کرنا یا بدعت کی دعوت دینا وغیرہ...''
(فتح الباری 10/452)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدیث میں اس شخص کے ساتھ مدارات (ظاہری نرمی وتعلق ظاہر کرنے) کا جواز ہے جس کی فحش کلامی سے بچنا مقصود ہو اور ان لوگوں کی غیبت کے جائز ہونے کی دلیل موجود ہے جو علانیہ فسق کا مرتکب ہوں یا جن سے لوگوں کو ہوشیار اور خبردار کرنا مقصود ہو'' (شرح مسلم 16/144)

2. جب فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے انہیں نکاح کا پیغام دیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک ابوجہم کی بات ہے تو وہ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتا ہی نہیں (یعنی کثرت سے سفر میں رہتا ہے یا عورتوں کو بہت مارتا ہے)، اور جہاں تک معاویہ کی بات ہے تو وہ انتہائی فقیر آدمی ہے، اس کے پاس مال بالکل نہیں، اسامہ بن زید سے نکاح کرلو (صحیح مسلم: 3770) اس میں کیا شک کہ یہ دونوں اصحاب فضائل اور خوبیوں کے مالک تھے، لیکن یہاں موقع بس خیر خواہی ومشورہ کا تھا، مزید کسی چیز کی ضرورت نہ تھی۔

3. سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا مال نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لئے کافی ہو جائے، الا یہ کہ میں ان کے علم کے بغیر ہی ان کے مال میں سے لے لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عرف کے مطابق اتنا لے لو جو تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے کافی ہو جائے۔ (صحیح بخاری: 5364)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ انسان کا ذکر ایسی بات کے ساتھ کرنا جائز ہے جو اسے پسند نہ ہو، جبکہ یہ ذکر فتوی طلب کرنے یا شکایت کرنے وغیرہ کی غرض سے ہو اور یہ ان صورتوں میں سے ایک ہے جن میں غیبت جائز ہو جاتی ہے'' (فتح الباری 9/509)

ہند بنت عتبہ نے جب ابوسفیان کی کمزوری اور عیب کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے ان پر نکیر نہیں

فرمائی اور نہ آپ نے انہیں اس بات کا مکلف بنایا کہ وہ ابوسفیان کے محاسن کا بھی ذکر کریں، حالانکہ ابوسفیان خوبیوں کے مالک تھے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حدیث کے راویوں پر حق کے ساتھ اور بدعتیوں کی بدعتوں پر جرح کرنا شرعاً واجب ہے، اور جیسے وہ ائمہ بدعت ہیں جو کتاب وسنت کے برخلاف اقوال وعبادات کے حامل ہیں، ان کے حالات کو بیان کرنا اور امت کو ان سے ڈرانا باتفاق مسلمین واجب ہے یہاںتک کہ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی وہ ہے جو روزہ رکھتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے اور ایک آدمی وہ ہے جو اہل بدعت کے سلسلے میں کلام کرتا ہے دونوں میں آپ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: آدمی جب قیام کرتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے تو اپنی ذات کیلئے کرتا ہے اور جو اہل بدعت کے سلسلے میں کلام کرتا ہے وہ مسلمانوں کے لئے کرتا ہے لہذا یہ شخص افضل ہے۔

امام احمد نے واضح فرمادیا کہ اس شخص کا نفع دین کے سلسلے میں مسلمانوں کے لئے عام ہے، جہاد فی سبیل اللہ کی طرح، کیونکہ اللہ کے راستے، اس کے دین، اس کے منہاج اور اس کی شریعت کو پاک کرنا اور بدعتیوں کی زیادتی اور سرکشی سے اس کی حفاظت کرنا فرض کفایہ ہے، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، اگر ایسے شخص کا وجود نہ ہو جسے اللہ تعالی ان لوگوں کے ضرر کو دور کرنے کیلئے کھڑا فرمائے تو دین کی شکل وصورت بگڑ کر رہ جائے، اس کا بگاڑ اس بگاڑ سے بڑھ کر ہوگا جو کافر حربی دشمنوں کے غلبہ سے پیش آئے گا، اس لئے کہ اگر یہ حربی غالب آجائیں تو یہ دل اور دلوں میں موجود دین کے بگاڑ کا سبب بالواسطہ ہوں گے جبکہ بدعتی لوگ دلوں کے بگاڑ کا سبب پہلے ہی مرحلے میں بلاواسطہ بنتے ہیں۔"

(مجموع الفتاوی 28/231-232)

کچھ وہ ضابطے اور اصول، افراد اور جماعتوں کے تعلق سے جن کی رعایت ضروری ہے

یہ کچھ ضابطے ہیں جن سے اس بات کی حد بندی اور تعیین ہوتی ہے کہ انسانوں میں کن لوگوں کا اکرام واحترام کرنا واجب ہے، اور کون لوگ ہیں جن کے بارے میں کلام اور نقد جائز ہے بلکہ جب ضرورت ومصلحت کا تقاضا ہو تو ان کے محاسن پر توجہ کیے بغیر یہ واجب ہو جاتا ہے؟

1. وہ لوگ جن کی تکریم وتعظیم واجب ہے:

اولا: رسل اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام۔

ثانیا: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ امت پر ان کی محبت وتعظیم ہی واجب ہے، اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ان کی کیا ہی اچھی تعریفیں کی ہیں، ان کے مقام، ان کے جہاد اور اللہ کے راستے میں ان کی جان ومال کی قربانی کا ذکر فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی خوب تعریف فرمائی، بعض مخصوص افراد کی بھی اور پوری جماعت صحابہ کی بھی اور ائمہ اسلام نے ان کے فضائل ومکارم کی طرف توجہ کی اور ان کے فضائل ومناقب کے سلسلے میں بہت سی کتابیں تالیف کیں، نبی ﷺ نے ان کی برائی کرنے سے منع فرمادیا، آپ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ

"میرے صحابہ کو برا نہ کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو وہ ان کے ایک مد اور آدھے مد کی برابری نہیں کرسکے گا" (صحیح بخاری:3673، صحیح مسلم:6651)

اہل سنت والجماعت نے صحابہ کے مقام ومرتبہ کو پہچانا، ان کے مقام کی پوری رعایت وحفاظت کی، علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی صحابہ کے اختلافات کے سلسلے میں بحث میں پڑنے سے منع کیا، ان کے لئے اجتہاد کے اجر کو ثابت کیا اور حکم لگایا کہ جو ان کے بارے میں زبان کھولے یا ان میں سے کسی کے بارے میں زبان درازی کرے وہ گمراہی، انحراف اور زندیقیت کا شکار ہے۔

ثالثا: تابعین جنہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی اور ان کے

طریقے کو اپنایا، جیسے مدینہ کے سات فقہاء اور ان کے منہج پر چلنے والے دوسرے شہروں کے لوگ پھر ان کے بعد کے حدیث وفقہ اور تفسیر کے ائمہ، جنہوں نے صحابہ وتابعین کے مسلک کو اختیار کیا اور عقیدہ، اتباع کتاب وسنت، بدعتوں اور اہل بدعت سے گریز اور حق کی حفاظت ودفاع کے سلسلے میں ان کے منہج کی پیروی کی، قیامت تک آنے والے ایسے تمام لوگ۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرمان میں انہی لوگوں کا ذکر خیر فرمایا ہے:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ

"میری امت کا ایک گروہ برابر غالب رہے گا، یہانتک کہ اللہ کا حکم آجائے اس حال میں کہ وہ غالب ہی ہوں" (صحیح بخاری:6881، صحیح مسلم:1921).

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان جیسے لوگوں کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

"جن لوگوں کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ انہوں نے جائز اجتہاد کی بنیاد پر کوئی اقدام کیا ان کا ذکر اس انداز میں کرنا کہ وہ مذموم وگناہ گار ٹھہرتے ہوں درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے ان کی غلطی کو معاف فرمادیا، بلکہ ان کے ایمان وتقوی کی بنا پر واجب تو یہ ہے کہ ان کے ساتھ محبت ودوستی کے جذبات وابستہ رکھے جائیں اور تعریف ودعاء وغیرہ کی صورت میں اللہ تعالی نے ان کے جو حقوق عائد کیے ہیں ان کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے" (مجموع الفتاوی 28/234)

ج۔ وہ لوگ جن پر نقد وجرح کرنا اور لوگوں کو ان کے ضرر سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

1. اہل بدعت کے سلسلے میں کلام کرنا اور ان سے اور ان کی بدعتوں سے آگاہ کرنا جائز بلکہ ضروری ہے، یہ اہل بدعت خواہ افراد ہوں یا جماعتیں اور خواہ ان کا تعلق گزشتہ زمانہ سے ہو یا موجودہ دور سے جیسے خوارج، روافض، جہمیہ، مرجیہ، کرامیہ اور وہ اہل کلام ہیں جنہیں علم کلام نے صفات الہی کے سلسلے تعطیل وغیرہ جیسے فاسد عقیدے کی طرف دھکیل دیا، ایسے لوگوں سے اور ان کی کتابوں سے لوگوں کو ہوشیار وخبردار کرنا ضروری ہے، اسی طرح انہی کے نہج پر چلنے والی موجودہ دور کی ان جماعتوں سے بھی لوگوں کو خبردار کرنا ضروری ہے جنہوں نے اہل توحید وسنت سے علاحدہ اپنی راہ بنائی، ان کا مدمقابل بنیں، ان کے منہج سے انحراف کیا بلکہ ان کے منہج کے خلاف محاذ آرائی کی اور لوگوں کو اہل توحید وسنت سے اور ان کے منہج سے متنفر کرنے کا کام کیا۔

وہ لوگ بھی اسی زمرے میں آئیں گے جو ایسے لوگوں کی مدد کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں، ان کی خوبیوں کا چرچا کرتے اور ان کی شخصیات اور لیڈروں کا گن گاتے ہیں بلکہ بعض اوقات ان کے منہج کو اہل توحید اور اہل سنت وجماعت کے منہج پر فوقیت دیتے ہیں۔

2. وہ راویان حدیث اور گواہ جو مجروح ہوں ان پر جرح کرنا بھی مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ جائز بلکہ واجب ہے، اجماع کی یہ بات امام نووی اور امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ نے نقل کی ہے۔

ائمہ اسلام نے دین کی نصرت ومدد کا جو فریضہ انجام دیا ہے اور جس کا ایک حصہ اہل بدعت پر رد کرنا بھی ہے، اس کا جو شخص بھی جائزہ لے گا وہ پائے گا کہ ائمہ نے اہل بدعت اور راویوں پر کلام کیا ہے اور انہوں نے اچھائیوں اور برائیوں کے درمیان موازنہ کی طرف بالکل اشارہ نہیں دیا ہے۔

ائمہ نے، جرح وتعدیل، نصرت سنت، اہل بدعت اور گمراہ فرقوں پر رد اور موضوع احادیث کے سلسلے میں کتابیں لکھیں ہیں، انہوں نے دور ونزدیک کہیں سے بھی اس موازنہ کے لازم ہونے کی بات نہیں کی ہے، بلکہ انہوں نے خاص جرح سے متعلق کتابیں لکھیں اور انہیں مجروح اور متکلم فیہ راویوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور قریب وبعید کہیں سے بھی یہ شرط نہیں لگائی ہے۔

ائمہ سلف کی کتابوں کو پر نظر ڈالنے والا پائے گا کہ ان میں اہل بدعت اور بدعتوں سے خبردار تو کیا گیا ہے لیکن یہ بات نہیں پائے گا کہ ائمہ نے اہل بدعت کی بدعت اور ان کی خرابیوں کے پہلو بہ پہلو ان کی خوبیوں کے ذکر کا بھی التزام کیا ہے، وہ تو کسی کتاب، جماعت یا متکلم فیہ فرد کے عیوب کا ذکر اس کی خوبیوں کی طرف التفات وتوجہ کئے بغیر کرتے ہیں۔

آپ دیکھئے کہ امام احمد اور ان کے صاحبزادے نے اپنی ("السنہ" نام کی) کتابوں میں، امام بخاری نے اپنی کتاب "خلق افعال العباد" میں، امام خلال نے اپنی کتاب (السنۃ) میں اور امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب "التوحید" اور "السنہ" میں کیا لکھا ہے؟

اسی طرح امام ابن بطہ کی کتاب "الشرح" اور "الابانہ" کا، امام لالکائی کی کتاب "شرح اعتقاد اہل السنہ" کا، امام بغوی کے مقدمہ شرح السنہ کا، سنن ابن ماجہ کے مقدمہ کا، سنن ابوداؤد کی کتاب السنہ کا اور امام ابوالقاسم تیمی اصبہانی کی کتاب "الحجہ فی بیان المحجہ" کا مطالعہ کیجئے، اور امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ کی تالیفات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اہل بدعت کے سلسلے میں ان کا موقف اور طرز عمل کیا ہے۔

علماء سلف نے بدعتی گروہوں پر رد کیا، انہوں نے روافض، قدریہ، جہمیہ، معتزلہ،

خوارج، مرجئہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور صوفیہ پر رد کیا، اسی طرح انہوں نے اہل بدعت کے سرغنوں جیسے جہم بن صفوان، بشر مریسی، ابن مطہر حلی، رازی اور ابن عربی پر رد کیا، انہوں نے آمدی، غزالی، بکری، اخنائی اور سبکی وغیرہ پر بھی رد کیا۔

بدعتی فرقوں پر اور بدعت کے سرغنہ حضرات پر رد کے سلسلے میں موجودہ دور کے سلفی علماء نے سلف صالح کے نقش قدم کو اختیار کیا، چنانچہ انہوں نے صوفیہ کے مختلف گروہوں اور موجودہ دور کی ان حزبی جماعتوں پر رد کیا جنہوں نے نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے طریقے کی مخالفت کر رکھی ہے، انہوں نے نصرت دین کی خاطر ہر اس شخص پر رد کیا جس کے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ چھوٹے یا بڑے مسئلے میں اس نے سنت اور سلف صالح کے طریقے کی مخالفت کی ہے۔

موجودہ دور کے ان سلفی علماء نے جنہوں نے اس زمانہ میں اہل بدعت کے اختیار کردہ رموز وعلامات پر رد کیا انہوں نے اس سلسلے میں صحیح منہج اختیار کیا اور وہ منہج یہ ہے کہ انہوں نے خوبیوں اور خامیوں کے درمیان موازنہ کے طریقہ کو اختیار نہیں کیا، اس بارے میں سب سے عمدہ تالیف جس کی علماء نے تحسین فرمائی ہے اور اسے سراہا ہے شیخ علامہ ڈاکٹر ربیع بن ھادی عمیر مدخلی کی کتاب ''منہج اہل السنۃ والجماعۃ فی نقد الرجال والکتب والطوائف'' ہے ،نقد کے جس منہج کا ذکر شیخ ربیع نے اس کتاب میں کیا ہے اس کی تائید اس دور کے ممتاز اور نامور علماء نے کی ہے، شیخ امام عبد العزیز بن باز، شیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی اور شیخ علامہ صالح الفوزان وغیرہم جیسے اساطین علم اس فہرست میں شامل ہیں۔

علامہ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے اہل بدعت اور ان کی کتابوں پر نقد کے سلسلے میں سوال کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا اہل بدعت کی خوبیوں اور خامیوں دونوں کا ذکر کرنا ضروری ہے یا صرف خرابیوں کا ذکر کرنے پر اکتفا کی جائے گا۔

علامہ رحمہ اللہ نے جواب دیا:

''اہل علم کے یہاں جو بات معروف ہے وہ یہ کہ غلطی کرنے والوں کی غلطی پر نقد کیا جائے اور ان کی لغزشوں کو بیان کیا جائے تاکہ لوگ ہوشیار اور خبردار ہوجائیں، جہاں تک اچھائیوں کی بات ہے تو وہ معروف ومقبول ہوتی ہیں، لیکن یہاں مقصود صرف لوگوں کو آگاہ اور خبردار کرنا ہے، البتہ اگر ان کے پاس موجود حق کی وضاحت کی ضرورت محسوس ہو، سائل سوال کرے کہ ان کے پاس حق کی کونسی باتیں موجود ہیں یا انہوں نے کن باتوں میں اہل سنت کی موافقت کی ہے وغیرہ؟ تو اگر مسئول کو اس بارے میں علم ہے تو وہ اس کی وضاحت کرے گا، لیکن اصل مقصود لوگوں کو ہوشیار وخبردار کرنا ہے اس لئے

اصلاً خرابیوں کا ذکر کیا جائے گا"

ایک دوسرے شخص نے پوچھا: یہاں کچھ لوگ وہ ہیں جو حسنات وسیئات کے درمیان موازنہ کی بات کرتے ہیں اور کہتے کہ جب آپ کسی بدعتی پر اس کی کسی بدعت کی وجہ سے تنقید کرتے ہیں تاکہ لوگ اس کی طرف سے ہوشیار رہیں تو یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اس کی اچھائیوں کا بھی ذکر کریں تاکہ آپ اس پر ظلم کرنے والا نہ بنیں؟

شیخ رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا:

"نہیں یہ بالکل لازم نہیں ہے، یہ بالکل ضروری نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر آپ اہل سنت کی کتابوں کو پڑھیں گے تو آپ کو ملے گا کہ ان میں مقصود و مطلوب لوگوں کو ہوشیار کرنا ہے، آپ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب "خلق افعال العباد" پڑھیں، عبد اللہ بن احمد کی "السنہ" پڑھیں، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی "التوحید" پڑھیں، اسی طرح امام دارمی کی سنن پڑھیں، ان تمام میں بس جس بات کا اہتمام کیا گیا ہے وہ ہے تحذیر یعنی لوگوں کو اہل بدعت کے باطل عقائد اور بدعات سے آگاہ کرنا، ان کا مقصد محاسن اور خوبیوں کو گنانا نہیں ہے، آدمی اگر کفریہ عقیدے کا حامل ہے تو پھر اس کے محاسن کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ اگر بدعت کفر تک پہنچانے والی ہے تو اس کی نیکیاں اور اچھائیاں رائیگاں ہیں اور کفریہ بدعت نہیں تب بھی آدمی عظیم خطرے سے دوچار ہے، یہاں مقصود صرف غلطیوں اور لغزشوں سے آگاہ کرنا ہے اور بس" (مقدمہ النصر العزیز ص 8)

شیخ علامہ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ سے جماعتوں سے متعلق متعدد سوالات پوچھے جانے کے بعد یہ پوچھا گیا کہ شیخ! کیا صرف ان کی خامیوں سے آگاہ کریں گے یا ان کی خامیوں کے ساتھ ان کی اچھائیوں کا بھی ذکر کرنا ضروری ہے؟

شیخ نے جواب دیا:

"جب آپ ان کے محاسن اور خوبیوں کا ذکر کریں گے تو اس کا مطلب ہو گا کہ آپ ان کی جانب دعوت دے رہے ہیں ... ان کی خوبیوں کے ذکر کی قطعاً ضرورت نہیں، صرف غلطیوں کا ذکر کریں، یہی آپ کی ذمہ داری ہے، آپ ان کی غلطیاں اس لئے بیان کریں گے تاکہ وہ توبہ کرلیں اور اس لئے تاکہ دوسرے لوگ ان سے خبردار ہو جائیں، اگر آپ خوبیوں کا ذکر کرنے لگیں تو لوگ کہیں گے ہمیں تو یہی چاہیئے" (مقدمہ النصر العزیز ص 8)

فضیلۃ الشیخ عبد العزیز محمد السلمان رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ سلف کے منہج میں کیا اہل بدعت پر

کلام کی صورت میں اچھائیوں اور خرابیوں کا موازنہ ضروری ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا:

"سلف صالحین یعنی صحابہ وتابعین اور تبع تابعین میں سے کسی سے منقول نہیں کہ انہوں نے اہل بدعت اور ان کے ساتھ محبت رکھنے والوں اور ان کی دوستی کا چرچا کرنے والوں کی تعظیم کی بات کی ہو، اس لئے کہ اہل بدعت دل کے مریض ہوتے ہیں، ڈر ہے کہ جو لوگ بھی ان سے میل جول رکھیں ان میں بھی یہ خطرناک بیماری منتقل ہوجائے، اس لئے کہ مریض صحت مند کو بیمار کر دیتا ہے لیکن صحت مند بیمار کو صحت مند کرے ایسا نہیں ہوتا ہے، پس تمام اہل بدعت سے ہوشیار و خبردار رہنا ضروری ہے اور ان اہل بدعت میں سے جن سے دوری اور قطع تعلق اختیار کرنا ضروری ہے، جہمیہ، رافضہ، معتزلہ، ماتریدیہ، خوارج، صوفیہ، اشاعرہ اور وہ تمام لوگ ہیں جو سلف کے راستے سے ہٹ کر ان کے طریقے پر چلیں، مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی ان سے بچے اور دوسروں کو بھی بچائے" (مقدمۃ النصر العزیز ص 12)

شیخ البانی رحمہ اللہ سے موازنہ کے اس اصول کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا انکار کیا اور فرمایا:

"ان کو یہ بات کہاں سے مل گئی کہ جب انسان کے سامنے کسی مسلمان کی غلطی کے بیان کا موقع ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک لیکچر کا اہتمام کرے جس میں وہ اس کی خوبیوں کا از اول تا آخر ذکر کرے، اللہ اکبر یہ تو بڑی عجیب بات ہوئی" (من اجوبۃ الالبانی علی اسئلۃ ابی الحسن الدعویہ)

علماء سلف اور علماء عصر کے حوالے سے جو باتیں گزریں ان سے یہ واضح ہے کہ اہل باطل پر نقد کے سلسلے میں موازنہ کے اصول کا سلف کے منہج سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس اصول کو اختیار کرنے سے بہت سی بڑی خرابیاں اور نقصانات لازم آتی ہیں، ان میں اہم خرابیاں مندرجہ ذیل ہیں:

1. اس سے سلف کو جاہل ٹھہرانا لازم آتا ہے۔
2. اس سے سلف پر یہ الزام آتا ہے کہ انہوں نے ظلم وجور کی روش اختیار کی۔
3. اس سے بدعت اور اہل بدعت کی تعظیم جبکہ ائمہ سلف اور ان کے مسلک ومنہج کی تحقیر لازم آتی ہے۔

(المحجۃ البیضاء فی حمایۃ السنۃ الغراء لفضیلۃ الشیخ ربیع المدخلی ص 127)

یہاں ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ جو لوگ موازنہ کے اس قاعدہ کی بات کرتے ہیں وہی لوگ

جب موجودہ اہل سنت جو کہ سلف صالح کے منہج پر چلنے والے ہیں کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں تو اس قاعدہ کی قطعاکوئی پرواہ نہیں کرتے بلکہ ان کے خلاف اتہامات والزامات کاایسازور باندھتے ہیں کہ ان کادائرہ دنیاکے کونے کونے میں پھیل جاتا ہے، یہ لوگ یہ حرکتیں اہل بدعت کی تائید وحمایت اور مدافعت ونصرت میں کرتے ہیں، اس طرح سے یہ بے چارے شعوری یاغیر شعوری طور پر اللہ کے راستے اور سلف کے راستے سے روکنے کی غلاظت میں ڈوبتے ہی ہیں ساتھ ہی جانتے بوجھتے یانہ سمجھی کی بناپر باطل اور بدعت کی طرف دعوت دینے کی غلاظت کابوجھ بھی اپنے سرلادلیتے ہیں۔

(المحجۃ البیضاء فی حمایۃ السنۃ الغراء ص127)

وہ صورتیں جن میں علماء اسلام کے نزدیک غیبت اور جرح جائز ہے

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جان لیجئے کہ غیبت ایسے کسی صحیح شرعی مقصد کیلئے جائز ہوجاتی ہے جس کا حصول غیبت کے بغیر ممکن نہ ہو، اس کی چھ صورتیں ہیں:

1. ظلم پر فریاد۔
2. خلاف شرع کام کو روکنے اور گناہگار کو راہ راست پر لانے کے لئے۔
3. فتوی طلب کرنے کے موقع پر۔
4. مسلمانوں کو شر سے خبردار کرنے اور ان کی خیر خواہی کرنے کے لئے۔
5. ایسے شخص کی غیبت کرنا جو علانیہ فسق وبدعت کا مرتکب ہو۔
6. کسی انسان کا تعارف کرانے اور پہچان بتلانے کے لئے، جب کوئی آدمی کسی لقب سے مشہور ہو جیسے اندھا، لنگڑا، بہرا، تو اس لقب کے ساتھ اس کا تعارف جائز ہے۔

یہ چھ صورتیں ہیں جنہیں علماء نے بیان کیا ہے اور ان میں سے اکثر پر اجماع ہے، ان صورتوں کی دلیلیں صحیح اور مشہور حدیثیں ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے غیبت کے جائز ہونے کے لئے دو شرطیں ذکر کی ہیں:

1. علم (یعنی متعلقہ شخص کے سلسلے میں صحیح معلومات)
2. حسن نیت۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں علم کے ساتھ بولنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نیت صحیح ہو، اگر آدمی حق بات کہے لیکن مقصد زمین پر تکبر وفساد کا اظہار ہو، تو اس کی حیثیت اس شخص کی ہوگی جو حمیت وشہرت کے لئے قتال کرتا ہے، لیکن اگر اللہ تعالی کے لئے اخلاص کی بنیاد پر بات کرتا ہے تو اس کا درجہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے وارثین انبیاء کا ہوگا، یہ صورت نبی ﷺ کے فرمان ''غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر ایسی باتوں کے ساتھ کرے جنہیں وہ ناپسند کرتا ہو'' کے دائرے میں نہیں آتی، اس لئے بھائی سے مراد مؤمن ہے، اور مومن کا بھائی اگر اپنے ایمان میں سچا ہے تو وہ اس حق کو ناپسند نہیں کرے

گا جسے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ چاہتے ہیں، اگر چہ اس میں اس کے اور اس کے قریبی لوگوں کے خلاف ہی گواہی کیوں نہ ہو، اس کے ذمہ تو یہ لازم ہے کہ انصاف کا اہتمام کرے اور اللہ کے لئے گواہی دے اگر چہ یہ گواہی خود اس کی ذات، اس کے والدین اور اس کے اقرباء کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اور اگر وہ اس حق کو ناپسند کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا ایمان ناقص ہے اور ایمان میں کمی کے بقدر اخوت میں بھی کمی آتی جائے گی، لہذا ایمان کی کمی کی اس جہت سے اس کی ناپسندیدگی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسندیدہ چیز کو ناپسند کرنا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ اس کے مقابلے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو مقدم کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ

''اللہ اور اس کے رسول خوش کرنے کے زیادہ مستحق ہیں'' (التوبہ:62)

ہم اپنے دروس کے اس سلسلے کو آخری میں شیخ بکر ابوزید رحمہ اللہ کے کلام پر ختم کریں گے وہ اپنی کتاب ''ہجر المبتدع'' کی نویں بحث میں ''عقوبۃ من والی المبتدعۃ'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

''جس طرح باطل کلام کرنے والا شیطان ناطق ہے اسی طرح باطل پر خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے، جیسا کہ ابوعلی الدقاق (متوفی 406ھ) رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

نبی ﷺ سے ثابت شدہ احادیث میں سے آپ کا یہ فرمان بھی ہے:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

''آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے'' (صحیح بخاری:6169، مسلم:2641)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اسلام کے بعد مسلمانوں کو کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی اس حدیث سے ہوئی'' (صحیح الادب المفرد:270)

ائمہ نے ان لوگوں پر سخت نکیر فرمائی ہے جو اصول اعتقاد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہل بدعت سے دوری اختیار کرنے کی بات کو نہ اپنائے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''وحدۃ الوجودیوں'' پر رد کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”ہر اس شخص کو سزا دینا واجب ہے، جو ان کی طرف اپنی نسبت کرے، ان کی مدافعت کرے، ان کی تعریفیں کرے، ان کی کتابوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھے، یا جن کے سلسلے میں یہ معلوم ہو کہ وہ ان کی مدد اور تعاون کرتا ہے، یا جو ان کے بارے میں کلام کو ناپسند کرتا ہے، یا ان کے لئے عذریں پیش کرتا ہے کہ اس کلام کا پتہ نہیں کیا معنی ہے یا اس کا قائل کون ہے کیا معلوم، یا اس نے یہ کتاب تصنیف کی ہے...

اور اسی طرح کی دوسری باتیں اور بہانے پیش کریں، جن کا پیش کرنے والا یا تو کوئی جاہل ہوگا یا منافق، بلکہ ان تمام لوگوں کی سرزنش بھی ضروری ہے جنہیں ان کے بارے میں علم ہو لیکن وہ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں تعاون نہ کریں، اس لئے کہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا عظیم ترین فرائض میں سے ہے، اس لئے کہ انہوں نے مشائخ، علماء اور سلاطین و حکمراں کی ایک بڑی تعداد کی عقلوں اور دین کو بگاڑ کر رکھ دیا، یہ لوگ فساد فی الارض کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور اللہ تعالی کے راستے سے روکتے ہیں“

(مجموع الفتاوی 2/132)

اللہ تعالی ابن تیمیہ پر رحم فرمائے اور انہیں جنت کی نہر سے سیراب فرمائے، آمین، ان کا کلام بڑی باریکی اور اہمیت کا حامل ہے، اور یہ کلام اگرچہ خاص وحدۃ الوجود کے قائلین کے ساتھ تعاون و تعلق رکھنے والوں کے متعلق ہے لیکن یہ تمام اہل بدعت کو شامل ہے، لہذا جو شخص بھی کسی بدعتی سے تعلق کا اظہار کرے، اس کی تعظیم کرے، اس کی کتابوں کو عظمت کی نظر سے دیکھے، انہیں مسلمانوں کے درمیان پھیلائے، ان کا چرچا کرے، ان میں موجود بدعت و گمراہی کو عام کرے اور ان کے اندر پائی جانے والی اعتقادی خرابیوں کو بیان نہ کرے وہ اپنے معاملے میں کوتاہی کا مرتکب ہے، اس کے شر کی جڑ کو کاٹ دینا ضروری ہے تاکہ اس کا شر مسلمانوں کی طرف متعدی نہ ہو۔

اس دور میں اس طرز و ڈھب کے لوگوں کی مصیبت عام ہے، یہ اہل بدعت کی تعظیم کرتے ہیں، ان کے مقالات کی نشر و اشاعت کرتے ہیں اور ان کی لغزشوں اور گمراہیوں سے خبردار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ایسے بدعتی بوجہلوں سے بچو! ہم شقاوت اور اہل شقاوت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں“ (ہجر المبتدع ص 49-48)

ہماری بعض اہم اور معیاری مطبوعات

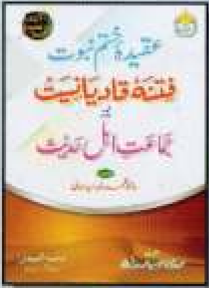

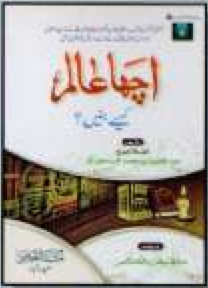

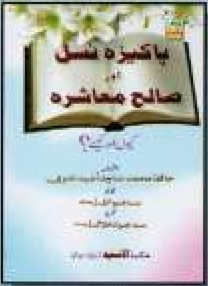

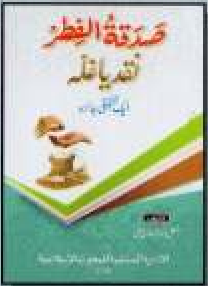

ہماری کل وقتی اور جز وقتی نصابی کتابیں

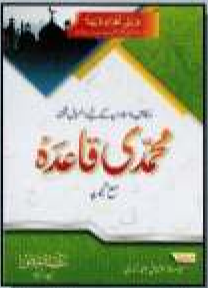

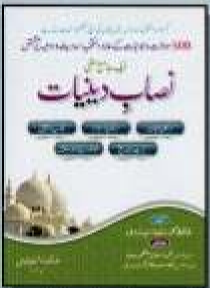

Maktaba Al-Faizi

H.No. 8-1-398/MP/335, Shop No's. 2 & 3
Paramount Colony, Tolichowki, Hyderabad, Telangana
Cell: 9494511336,8522991427
Email. faiziabuashhar79@gmail.com

Kafeel Graphics, +91 7097525237